﴿......اِنَّ الفَضلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یشاء☆(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَن یَّبعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً محمودا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ:- نصیر احمد قمر

جلد ۶ جمعۃ المبارک ۲۳؍اپریل ۱۹۹۹ء شمارہ ۱۷

۶؍محرم ۱۴۲۰ہجری ☆ ۲۳؍شہادت ۱۳۷۸ہجری شمسی

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا جو اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا

خداتعالیٰ کے نزدیک یہ بھی گناہ ہے کہ کوئی کسی قسم کی خدمت کر کے یہ خیال کرے کہ میں نے کچھ کیا ہے

"میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص سچے دل سے خداتعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا کہ اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خداتعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اس سے اس طرح دور ہو جاتا ہے جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ صرف یہی گناہ نہیں کہ میں ایک کام کے لئے کہوں اور کوئی شخص میری جماعت میں سے اس کی طرف کچھ التفات نہ کرے۔ بلکہ خداتعالیٰ کے نزدیک یہ بھی گناہ ہے کہ کوئی کسی قسم کی خدمت کر کے یہ خیال کرے کہ میں نے کچھ کیا ہے۔ اگر تم کوئی نیکی کا کام بجالاؤ گے اور اس وقت کوئی خدمت کرو گے تو اپنی ایمانداری پر مہر لگادو گے اور تمہاری عمریں زیادہ ہونگی اور تمہارے مالوں میں برکت دی جائے گی"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۴۹۸)

"یہی وقت خدمت گزاری کا وقت ہے اس کے بعد وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے پیسے کے برابر نہیں ہوگا......... خداتعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا جو اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا"۔ (اشتہار تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۵۵)

مختصرات

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل پر روزانہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ "ملاقات" کا پروگرام نشر ہوتا ہے۔ یہ پروگرام احباب کی دینی اور روحانی تعلیم و تربیت کے لئے بے حد مفید اور اہم ہے۔ مختصرات کے اس کالم میں ہم ہفتہ بھر کے پروگرام "ملاقات" کی مختصر ڈائری پیش کرتے ہیں تاکہ اگر کوئی دوست اصل پروگرام سن یا دیکھ نہیں سکے تو وہ مطلوبہ پروگرام کا حوالہ دے کر اپنے ملک کے شعبہ سمعی و بصری سے یا شعبہ آڈیو ویڈیو (یو۔کے۔) سے اس کی ویڈیو حاصل کر سکیں۔ اس ہفتہ کے پروگرام "ملاقات" کا مختصر خلاصہ اپنی ذمہ داری پر ہدیہ قارئین ہے۔

ہفتہ، ۳؍اپریل ۱۹۹۹ء :

حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ بلجیم و ہالینڈ پر تشریف لے جانے کی وجہ سے آج بچوں کی کلاس مکرم و محترم عطاء المجیب راشد صاحب کے ساتھ ریکارڈ اور براڈکاسٹ کی گئی۔ حسب معمول کلاس کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا اس کے بعد نظم سنائی گئی۔ بعدہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی سیرت پر تقریر ہوئی۔ آپ کے خداتعالیٰ پر توکل اور ایمان اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آپ کے بارہ میں محبت بھرے کلمات کا ذکر ہوا۔ اس کے بعد ڈاکٹر زاہد خان صاحب نے جو ڈینٹل سرجن ہیں حضور انور کے گزشتہ خطبہ جمعہ کی روشنی میں دانتوں کی صفائی کے سلسلے میں بہت سی باتیں بتائیں۔ اور مختلف قسم کے دانتوں کے برش وغیرہ دکھائے اور ان کے استعمال بھی بتائے۔ انہوں نے کہا کہ کم از کم تین منٹ تک برش کا عمل جاری رہنا چاہئے۔ اس کے بعد ایک دلچسپ quiz مقابلہ کروایا گیا۔

اتوار، ۴؍اپریل ۱۹۹۹ء :

آج حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یکم اکتوبر ۱۹۹۵ء کو انگریزی بولنے والے احباب کے ساتھ ریکارڈ کی گئی ملاقات کا پروگرام دوبارہ نشر کیا گیا۔

سوموار، ۵؍اپریل ۱۹۹۹ء :

آج حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ہومیوپیتھی کلاس نمبر ۲۱ جو ۱۴؍جون ۱۹۹۴ء کو ریکارڈ اور براڈکاسٹ کی گئی تھی دوبارہ نشر کی گئی۔

منگل، ۶؍اپریل ۱۹۹۹ء :

آج حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

۱۴۰۰ سال پہلے جو دین کامل ہوا تھا اب اس دین کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا ہمارے سپرد کیا گیا ہے

جماعت کی صداقت کا ایک بڑا نشان یہ ہے کہ یہ مخالفت کے باوجود بڑھتی ہے

انسانی منصوبوں کے سامنے اس کا بڑھنا اور ترقی کرنا ہی اس کے خدا کی طرف سے ہونے کا ثبوت ہے

خلاصہ خطبہ جمعہ ۹؍اپریل ۱۹۹۹ء)

لندن (۹؍اپریل) : سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے آیت قرآنی "اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِن دِیْنِکُم.........الخ" (المائدہ: ۴) کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ بیان فرمایا۔ حضور ایدہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں جو کفار کی مایوسی کا ذکر ہے اس میں دو پہلو ہیں جو خاص طور پر پیش نظر رہنے چاہئیں۔ اوّل تو یہ کہ جب دین کامل ہو گیا تو اس سے پہلے جو وہ دین میں تغیر و تبدل کی کوششیں کر رہے تھے اس میں وہ کلیۃً ناکام ہو گئے اور سمجھ لیا کہ ہم اس دین کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اور جب وہ دلائل کے میدان میں مایوس ہو گئے تو پھر مخالفت میں بہت بڑھ گئے۔ کینہ توزی اور اسکے نتیجہ میں طرح طرح کے فساد کے جال پھیلانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اس پر فرمایا کہ ان سے نہیں ڈرنا بلکہ مجھ سے ڈرنا ہے۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْن۔ اور جتنا مجھ سے ڈرو گے اتنا ہی ان کے خوف سے آزاد ہوتے چلے جاؤ گے۔

حضور ایدہ اللہ نے دین کو کامل کرنے اور نعمت کے اتمام کا مفہوم واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ کمال دین شریعت سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی شرعی لحاظ سے کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ یا بڑے سے بڑا پہلو نہیں رہا جسے قرآن کریم نے بیان نہ کر دیا ہو۔ اور نعمت سے مراد نبوت ہے اور نبوت کا فیض ہے۔ پس حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ پر نعمت جس حد تک بھی تمام کی جاسکتی تھی وہ درجۂ کمال تک پہنچ گئی۔ اس نعمت کو رسول اللہ ﷺ نے سب دنیا میں بانٹا ہے اور آج بھی چاہیں تو اس نعمت کو پا سکتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے اس آیت کریمہ کے تعلق میں بعض احادیث نبویہ بھی پیش فرمائیں۔ ایک دفعہ کسی یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ یہ آیت "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"۔ اگر ہم پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمیں وہ دن اور وہ جگہ یاد ہے جس میں یہ آیت نبی کریم ﷺ پر اتری تھی۔ وہ جمعہ کا دن تھا اور آپؐ عرفات میں کھڑے تھے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے اس جواب میں اسے بتادیا کہ جمعہ بھی ہمارے لئے عید ہی کا رنگ رکھتا ہے اور پھر عرفات کا دن ویسے بھی عید کا دن ہے گویا ہمیں دوہری عید نصیب تھی۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

زندہ باد غلام قادر شہید پائندہ باد

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے اور "قمر الانبیاء" حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے مکرم مرزا غلام قادر احمد صاحب ابن مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب کو ایک مذہبی تنظیم کے بدنام زمانہ دہشت گرد مجرموں نے ربوہ کے قریب دریائے چناب کے پل کے پاس ۱۴/اپریل ۱۹۹۹ء کو دن دہاڑے شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

شہید مرحوم کو احمد نگر کے پاس واقعہ ان کی زمینوں سے اغوا کیا گیا۔ مجرموں کی سازش بہت کمینی، بہت گہری اور نہایت خطرناک تھی جس کے بداثرات ساری جماعت احمدیہ پاکستان پر پڑ سکتے تھے۔ لیکن جیسا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶/اپریل میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر سے اس شہادت کے نتیجہ میں جماعت کو بہت ہولناک ملک گیر فتنہ سے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ نے شہید مرحوم کو یہ توفیق بخشی کہ انہوں نے بڑی جرأت اور بہادری سے ان دہشت گرد مجرموں کے ہر قسم کے تشدد کا بڑی سخت جانی سے مقابلہ کرتے ہوئے ان کے منصوبہ کو ناکام کر دیا اور سڑک پر ان کی گولیوں کا نشانہ بننا قبول کر لیا۔ 'زیر ایں موت است پنہاں صد حیات'۔ شہید مرحوم نے اپنے خون سے گویا ساری قوم کو زندگی بخش دی۔ اگرچہ یہ واقعہ بہت ہی دردناک اور دلوں پر ایک لرزہ طاری کر دینے والا ہے لیکن اس پہلو سے بلا شبہ یہ شہادت ایک غیر معمولی عظمت اور امتیاز کی حامل شہادت ہے اور جیسا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے فرمایا ہے "قیامت کے دن تک شہید کے خون کا ہر قطرہ آسمانِ احمدیت پر ستاروں کی طرح جگمگاتا رہے گا"۔

مکرم صاحبزادہ مرزا غلام قادر احمد شہید کی ذات بہت سی ظاہری اور باطنی خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ آپ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ، لائق، ذہین، محنتی، مخلص اور فدائی واقفِ زندگی تھے۔ آپ کے وجود میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے بزرگوں کا خون دوڑ رہا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت طیبہ میں آپ کے پڑپوتے ہونے کے علاوہ اپنی والدہ محترمہ قدسیہ بیگم صاحبہ سلمہا اللہ کی طرف سے بھی آپ کا رشتہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں۔ اس طرح سے شہید مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے براہ راست پڑنواسے بھی ہیں۔ آپ کی اہلیہ محترمہ امۃ الناصر نصرت صاحبہ، حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہمشیرہ محترمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ سلمہا اللہ و مکرم سید میر داؤد احمد صاحب ابن حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔ گویا کئی جہتوں سے خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگوں کے خون کا اجتماع آپ کی ذات میں ہوا ہے۔ شہید مرحوم کی یہ قربانی ان کے اعلیٰ حسب و نسب کے بلند مقام کے شایانِ شان ایک غیر معمولی قربانی ہے۔

اے خدا! بر تربت او بارش رحمت ببار ☆ داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم
نیز مارا از بلا ہائے زماں محفوظ دار ☆ تکیہ گاہِ ما توئی، اے قادر و ربِّ رحیم

ہمیں یقین ہے کہ مسیح پاک اور آپ کے مقدس خاندان کے بزرگوں کے پاک اوصاف کا حامل یہ خون جو بہایا گیا ہے یہ بہت بارور ہو کر جماعت کو بڑھادے گا۔ مکرم مرزا غلام قادر احمد شہید نے تو اپنی جان نچھاور کر کے اپنے رب کے حضور ایک لازوال زندگی پالی ہے لیکن ظالم کا پاداش ابھی باقی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ معصوم، بے گناہ اور مظلوم احمدیوں کا صبر ظالموں پر ضرور ٹوٹے گا اور خدائے ذوالجلال ان سے شہید مرحوم کے ایک ایک قطرۂ خون کا حساب لے گا۔ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُوانْتِقَام۔ ارشاد ربانی ہے "مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَہَنَّمُ خٰلِدًا فِیْہَا وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَلَعَنَہٗ وَاَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیْمًا" (النساء:۹۴) اور جو (شخص) کسی مومن کو دانستہ قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہوگی۔ وہ اس میں دیر تک رہتا چلا جائے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور وہ اس پر لعنت کرے گا اور اس کے لئے ایک بڑا عذاب تیار کرے گا۔

خونِ شہیدانِ امت کا اے کم نظر، رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا
ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے، پھول پھل لائے گی، پھول پھل جائے گی

جہاں تک شہید مرحوم کا تعلق ہے تو ہم اپنے محبوب امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مبارک الفاظ میں یہی کہتے ہیں:

"اے شہید تو ہمیشہ زندہ رہے گا اور ہم سب آکر ایک دن تجھ سے ملنے والے ہیں۔
زندہ باد غلام قادر شہید! پائندہ باد"۔

مختصر سوانحی خاکہ

محترم صاحبزادہ صاحب ۲۱/جنوری ۱۹۶۲ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے ایبٹ آباد کے پبلک سکول سے میٹرک پاس کیا۔ وہیں سے ایف ایس سی اس شان سے پاس کیا کہ پشاور بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی۔ اس کے بعد انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور سے بی۔ ایس۔ سی الیکٹریکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں امریکہ تشریف لے گئے اور جارج میسن یونیورسٹی ورجینیا سے ایم۔ ایس۔ سی کمپیوٹر سائنس کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ آپ نے چونکہ پہلے ہی سے اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر رکھی تھی لہٰذا امریکہ سے کمپیوٹر کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے فوراً بعد مرکز سلسلہ ربوہ میں خدمتِ دین کے لئے حاضر ہو گئے اور تحریک جدید کے تحت جماعت احمدیہ میں پہلی بار شعبہ کمپیوٹر قائم کیا۔ اس طرح سے محترم صاحبزادہ صاحب مرکز سلسلہ ربوہ میں جماعتی نظام میں کمپیوٹر نظام کے بانی مبانی اور معمار اول ہیں۔ آپ نے ۱۹۸۹ء میں یہ جدید علم جماعت کی خدمت کے لئے نہایت محنت، عرق ریزی اور فنی مہارت سے استعمال کرنا شروع کیا اور مختلف شعبہ جات کے کمپیوٹر کے پروگرام تیار کئے ان میں وصیت، وقف نو، امور عامہ، دعوت الی اللہ، مال اول، امانت تحریک کے شعبے شامل ہیں۔ ان کے علاوہ فضل عمر ہسپتال کے کچھ حصوں کا کام بھی آپ نے اعزازی طور پر کیا۔

محترم صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب جماعت احمدیہ میں پہلی بار قائم ہونے والی ایسوسی ایشن آف احمدی کمپیوٹر پروفیشنلز کے بانی سرپرست اور بانی چیئرمین بھی تھے۔ یہ ایسوسی ایشن حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی اجازت سے ۱۹۹۷ء میں قائم ہوئی۔ اور اس کے قیام سے اب تک آپ دونوں عہدوں پر فائز چلے آرہے تھے۔ یہ ایسوسی ایشن اپنے تین سالہ کنونشن کر چکی ہے اور خدا کے فضل سے فعال اور مستعد طور پر جماعتی خدمات بجالا رہی ہے۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان میں مہتمم مقامی، مہتمم مال اور مہتمم تجنید کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔

محترم صاحبزادہ صاحب کی خدمات کا ایک اہم اور روشن باب ربوہ میں بطور سیکرٹری وقف نو خدمات انجام دینا ہے۔ ربوہ میں محلوں کی سطح پر واقف نو بچوں کو منظم کرنے کا کام بہت کٹھن اور ذمہ داری کا تقاضا کرتا تھا۔ آپ نے ۳۲۰۰ واقفین نو کا کمپیوٹر پر ڈیٹا تیار کیا۔ ان کی ایک خاص کامیابی ربوہ میں زبانیں سکھانے والے ادارے کا قیام تھا جو دارالرحمت وسطی کی مسجد سے ملحقہ عمارت میں نہایت اعلیٰ خدمات بجالا رہا ہے جہاں ۸۰ سے زائد واقفین زبانیں سیکھ رہے ہیں۔

کچھ عرصہ قبل آپ نے ربوہ کی سطح پر واقف نو بچوں کے مقابلوں کا اہتمام کیا۔ پہلے محلوں کی سطح پر مقابلے ہوئے پھر بلاکس کی سطح پر اور پھر آل ربوہ کی سطح پر بیت المہدی کے لان میں یہ مقابلے اختتام کو پہنچے جہاں پر میاں غلام قادر صاحب نے رپورٹ پیش کی۔

آپ کے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ کھیلتی تھی۔ بڑی نرمی، سادگی اور آہستگی سے بات کرتے۔ نہایت محنتی، خاموش طبع اور دلنواز شخصیت کے مالک تھے۔ اور اس پر طبیعت کے بے تکلف اظہار نے آپ کے حسن و خوبی کو چار چاند لگا دئے تھے۔ آپ کے پسماندگان میں چار کمسن بچے عزیزہ سطوت (بعمر نو سال) عزیزم کرشن احمد (بعمر سات سال) اور دو جڑواں بیٹے عزیزم محمد مفلح اور نور الدین (بعمر اڑھائی سال) بھی شامل ہیں۔

مکرم صاحبزادہ صاحب کی غیر معمولی عظمت رکھنے والی شہادت باعث ناز بھی ہے لیکن اس بہت سی خوبیاں رکھنے والے نہایت پیارے وجود کی جدائی کا غم اور صدمہ بھی بہت شدید ہے۔ اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا ☆ اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

ادارہ الفضل اس موقعہ پر اپنی طرف سے اور تمام قارئین الفضل انٹرنیشنل کی طرف سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ، شہید مرحوم کے والدین، اہلیہ، بچوں، بہن بھائیوں اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ افراد سے دلی تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام غمزدوں کو اپنی جناب سے صبر جمیل عطا فرمائے اور شہید مرحوم کے درجات کو بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے جان و دل بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
(درثمین)

خدا کی خاطر جو قناعت کرتے ہیں اللہ ان کو لامتناہی دیتا ہے

بچوں کی تربیت کے لئے قناعت لازم ہے

قناعت کے مختلف معانی اور قرآن مجید و احادیث نبویہ کے حوالہ سے احباب جماعت کو قناعت اختیار کرنے کے متعلق نہایت اہم نصائح

(سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا لجنہ اماء اللہ جرمنی سے خطاب
برموقعہ جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ جرمنی بتاریخ ۲۲؍اگست ۱۹۹۸ء بمطابق ۲۲؍ظہور ہجری شمسی
بمقام مئی(Mai)مارکیٹ منہائم(Mannheim) جرمنی)

قسط نمبر ۲

اب ایک اور بات میں نے بیان کی تھی قنعت الابل والشأة مالت لماوٰها و اقبلت نحو اصحابها۔ قناعت کا ایک معنی یہ ہے کہ سارا دن کام کرو، اپنی روزی کماؤ، جو بھی کرنا ہے رات کو ضرور اپنے گھر کی طرف لوٹ آؤ اپنی پناہ گاہ کی طرف لوٹ آؤ۔ پس پرندے چرندے جب اپنی پناہ گاہ کی طرف لوٹتے ہیں تو یہ بھی ان کی قناعت ہے۔ اس میں قناعت کا مضمون ہے دو باتیں ہیں۔ اول یہ کہ جتنا دن کے وقت میسر آگیا اس پر راضی رہو ۔جانوروں سے بھی یہ گر سیکھو کہ وہ بھی تو جتنا خدا دن لمبا کرتا ہے، جتنا ان کو مل جاتا ہے اسی پر راضی ہو جاتے ہیں۔ جتنا دن چھوٹا کرتا ہے جتنا ان کو ملتا ہے چھوٹے دن وہ اسی پر راضی ہو جاتے ہیں۔ تو دنوں کی لمبائی تو ادلتی بدلتی رہتی ہے۔ بعض دنوں میں ویسے بھی رزق میں کمی ہوتی ہے، خزاں کے دن ہوتے ہیں۔ ان میں گھاس نسبتاً کم ملتا ہے، پتے کم ملتے ہیں۔ مگر جانور پھر باہر نہیں بیٹھے رہتے واپس اپنے گھر کو ضرور لوٹتے ہیں۔

تو اپنی اولاد اور اپنے بچوں کی اس رنگ میں تربیت کریں کہ جب تک خدا چاہتا ہے ان کو باہر رہنے کا حق ہے۔ کیونکہ وہ لازماً مختلف کاموں میں مشغول ہونگے۔ کچھ طالب علم ہونگے، کچھ کام کرنے والے ہونگے۔ لیکن اس کے بعد اپنے گھروں کو ضرور لوٹیں اور گھروں کو ہی اپنی آماجگاہ سمجھیں۔

قناعت کا دوسرا معنٰی یہ ہے کہ اپنے گھروں پر قانع ہو جائیں۔ اب جو لوگ اپنے گھروں پر قانع نہیں ہوتے وہ بازاروں میں آوارہ گردیاں کرتے پھرتے ہیں۔ کسی کے خاوند ہوں یا بچے ہوں یا بچیاں ہوں۔ **جو بھی اپنے گھروں پر قانع نہیں ہونگے اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ پھر باہر قانع ہوتے ہیں اور آوارہ گردی اس کا ایک طبعی قطعی نتیجہ ہے۔** تو اونٹوں اور بھیڑ بکری سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سبق دیا۔ ان کو قانع اس لئے قرار دیا ہے اہل لغت نے کہ قناعت کا مرکزی معنٰی ان پر چسپاں ہو رہا ہے۔ جو دراصل انسان کے لئے ہے۔ سب سے زیادہ اہمیت لفظ قناعت کی آنحضرت ﷺ کے غلاموں کے لئے ہے۔ پس اگر بھیڑ بکریاں قناعت کرتی ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے غلام کیوں قناعت نہیں کرتے۔ ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ اللہ کی مرضی پر راضی رہتے ہوئے اتنا عرصہ باہر رہیں جتنا عرصہ رہنا ضروری ہے۔ پھر اپنے گھر میں جاکر سکون پائیں۔

قناعت کا ایک معنٰی یہ بھی ہے کہ جو کچھ اس کو گھر میں ملے اس پر راضی ہو جائے۔ بعض دفعہ یہ ہوا کرتا ہے کہ باہر کے ماحول میں زیادہ اچھی نعمت کی چیزیں ملتی ہیں۔ بعض اداروں کی طرف سے ہر قسم کی سہولتیں مہیا ہوتی ہیں۔ اس کے بعد غریب بچوں کا گھر میں آرام پانا ایک مشکل کام نظر آتا ہے۔ یہی حال غریب بچیوں کا ہے۔ وہ گھر میں لوٹیں گی تو ایک ٹوٹے پھوٹے گھر میں لوٹیں گی۔ جس میں ان کے آرام کے وہ سارے سامان موجود نہیں جو باہر کی سوسائٹی ان کے لئے مہیا کر رہی ہے تو یہاں قناعت کا یہ معنٰی ہوگا کہ جب اس گھر میں لوٹو تو اللہ کا شکر کرتے ہوئے اسی پہ راضی ہو اور جو کچھ گھر میں ہے سوچو کہ خدا نے یہ کچھ دیا ہے اس پر قناعت کرو۔

اور جو اللہ کی خاطر قناعت کرتا ہے۔ قرآن کریم کی دوسری آیات سے ثابت ہے کہ ان کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ اور قناعت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ بہت رزق میں کشائش عطا فرماتا ہے۔ **پس غریب بچوں کو اپنے غریبانہ گھر پر راضی ہو جانا چاہئے۔ اور یہ سوچ کر سکون حاصل کرنا چاہئے کہ میرے اللہ نے دیا ہے۔** اگر یہ نہیں سوچیں گے تو ان کو قناعت نصیب ہو ہی نہیں سکتی۔ جب اللہ پر نظر ہو اور اللہ سے پیار ہو، اور یہ پیار آپ نے پیدا کرنا ہے، یہ نظر ماؤں نے بچوں کو عطا کرنی ہے، اس صورت میں ان کو اور سمجھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جب وہ بڑے ہونگے تو ہمیشہ اپنے گھر ہی کو اپنا آخری مسکن بناتے ہوئے بڑے ہونگے اور جو بھی ماحول میسر ہو اس پہ قناعت کریں گے۔ ایک فرق ہے اس قناعت میں اور باہر کی چیزوں میں آرام ڈھونڈنے میں۔ جو گھر کی قناعت ہے اس میں بہت سی ایسی چیزیں ملتی ہیں جو باہر مل سکتی ہی نہیں۔ کیونکہ **گھر کی قناعت میں سچی محبت ملتی ہے۔** اس محبت کو دنیا بھر میں ڈھونڈتے پھریں وہ سچی محبت نہیں مل سکتی کیونکہ وہ محبت جو ان کو نظر آتی ہے وہ لوگوں کی خود غرضی کی محبت ہوتی ہے۔ وہ چند دن اپنے مزے لوٹنے کی خاطر محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر گھر میں جو مائیں محبت کرتی ہیں یا جو باپ محبت کرتے ہیں وہ تو کسی خود غرضی کے لئے نہیں کرتے وہ ایک طبعی رحم ہے جو اللہ نے ان کی فطرت مین ڈال رکھا ہے اور یہ چیز ان کو باہر میسر نہیں آسکتی۔ پس قناعت کی تعلیم دیتے وقت یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ یہ کوئی ایسی تعلیم نہیں ہے جو تم سے تمہارے حق چھین رہی ہے۔ تمہیں رہنے کے سلیقے سکھا رہی ہے۔ تمہیں بہت کچھ جو تمہیں باہر نصیب نہیں ہو سکتا وہ گھروں میں نصیب ہے۔ نظر تو ڈال کے دیکھو، کبھی غور تو کرو، فکر تو کرو۔

اس پہلو سے آپ کو چاہئے کہ **اپنے بچوں کی آپس میں محبت کا بھی خیال رکھیں۔** اور بہت سی مائیں میں نے دیکھی ہیں جو خیال رکھتی ہیں اور مجھے ان کا، ان کے بچوں کا طرز عمل دیکھ کر بے حد خوشی ہوتی ہے اور تسکین ملتی ہے۔ میں مثلاً بچوں کو ان کی تربیت کی خاطر چاکلیٹ دیا کرتا ہوں جب وہ ملتے ہیں۔ تو میں نے دیکھا ہے کہ بعض بچے فوراً اپنا چاکلیٹ جو دو ان کے ہوتے ہیں ان میں سے ایک اپنے بھائی کو دے دیتے ہیں یا اپنی بہن کو دے دیتے ہیں۔ لپک کے جاتے ہیں تاکہ ان کو بھی وہ دے دیں۔ ان کو میں سمجھاتا ہوں کہ تمہارے لئے اور ہے ان کے لئے اور ہے فکر نہ کرو۔ اور بعض بچے جو قناعت سے عاری ہوں وہ جس بچے کے ہاتھ میں، اپنے بہن یا بھائی کے ہاتھ میں چاکلیٹ دیکھتے ہیں، لپکتے ہیں اس کی طرف اور زبردستی چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔ بمشکل مجھے ان کو علیحدہ کرنا پڑتا ہے کہ صبر کرو تمہیں بھی ملے گا۔ لیکن اس وقت تک منہ بسورے رہتے ہیں اور ماتھے پر بل پڑے رہتے ہیں جب تک ہاتھ میں نہ آجائے۔ یہ قناعت کے خلاف ہے۔

تو قناعت کا مضمون تو آپ غور کریں تو ساری زندگی پر پھیلا پڑا ہے۔ یہ ختم ہو ہی نہیں سکتا۔ **لیکن قرآن سے سیکھیں کہ قناعت کیا ہے اور آنحضرت ﷺ سے سمجھیں کہ قناعت کس کو کہتے ہیں۔** اس ضمن میں اب میں چند حدیثیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ جو مضمون کی تفصیل بیان کر چکا ہوں اس کی تائید میں اس کو، اس مضمون کو تقویت دینے کے لئے میں بعض احادیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اور وہ احادیث ایسی ہیں ان کو سمجھانا بھی پڑے گا ورنہ بعض لوگ ان سے غلط نتیجہ بھی نکال سکتے ہیں۔

بخاری کتاب الزکوٰۃ میں یہ حدیث درج ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مسکین وہ نہیں جو ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوروں کے لئے دربدر پھرتا ہے۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس بقدر کفاف گزارہ نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود اس کی غربت سے کوئی واقف نہ ہو سکے۔ یہ قناعت کی تعریف ہے۔ جو لفظ مسکین کے تابع آنحضرت ﷺ فرما رہے ہیں۔ اب جب میں نے بعض علماء سے کہا کہ قناعت کے متعلق حدیثیں ڈھونڈیں تو کوئی بھی نہیں پیش کر سکے حالانکہ آپ کو بھی میں سمجھا رہا ہوں جب کسی مضمون کی تلاش ہو تو مضمون پر نظر رکھیں، لفظوں پر نظر نہ رکھیں۔ وہ مضمون تو لازماً آپ کو قرآن میں بھی ملے گا اور احادیث میں بھی ملے گا تو اگر میں نے لفظ مسکین کہا ہوتا تو فوراً یہ حدیثیں میرے سامنے رکھ دیتے۔ مگر میں نے قناعت کا کہا تھا تو چونکہ دماغ میں لفظ ق. ن. ع رہا اس لئے یہ حدیث نظر میں نہ آئی۔ لیکن سمجھانے کے بعد فوراً پھر

انہوں نے میری مدد کی اور ایسی تمام حدیثیں میرے سامنے رکھ دیں۔ فرمایا 'بقدر کفاف گزارہ نہ ہو لیکن اس کے باوجود اس کی غربت سے کوئی واقف نہ ہو سکے وہ اس پر صدقہ وخیرات کرے اور ضرور تمند ہوتے ہوئے بھی لوگوں سے کچھ نہ مانگے۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول الله لایسألون الناس الحافا)۔ یعنی وہی روایت جو میں نے اصحاب صفہ کے متعلق بیان کی تھی رسول اللہ ﷺ بعینہ وہی مضمون خود بیان فرما رہے ہیں کہ **قانع وہ ہے کہ غربت کی وجہ سے جو اپنا حیا کا پردہ نہ اٹھنے دے اور مسکینوں کی سی زندگی بسر کرے۔ لیکن جو کمائے اس میں سے بھی غیر پر خرچ کرے اور پھر جو بچ رہتا ہے اس پر قانع ہو جائے۔** یہ قناعت کی نہایت اعلیٰ تعریف ہے جس سے آپ کو اپنے بچوں اور بچیوں کو آگاہ کرنا ہوگا اور قناعت کا مضمون جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا نہ ختم ہونے والا مضمون ہے۔ اس کا دنیا سے بھی تعلق ہے، آخرت سے بھی تعلق ہے۔

ایک حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قناعت ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔ (رسالہ قشیریہ باب القناعۃ صفحہ ۲۱)۔ اب قناعت میں بظاہر غربت ہے۔ اور آنحضورؐ فرما رہے ہیں یہ نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔ جس کو قناعت نصیب ہو جائے اس کو سب کچھ نصیب ہو گیا۔ اور یہ قناعت ہے جو ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ بھی بن جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت بیان کی تھی جو میں اکثر کیا کرتا ہوں۔ لیکن اس مضمون میں دوبارہ وہ یاد آرہی ہے۔ اس لئے میں پھر آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔

خلافت سے پہلے جب جموں میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ طبیب ہوا کرتے تھے۔ وہ ایک راستے سے گزرتے تھے جہاں ایک ننگا فقیر صرف لنگوٹی پہنے ہوئے بھوکا، راکھ بدن پہ ملی ہوئی وہ بیٹھا رہتا تھا اور اس کا چہرہ ہمیشہ غم سے آلودہ اور اس طرح اسکے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا جیسے اسے اپنی غربت پہ بہت غم ہے۔ مگر مانگتا پھر بھی نہیں تھا۔ اس کا حال دیکھ کر جو چاہے اس کے دامن میں کچھ ڈال جائے۔ اسی طرح وہ بیٹھا رہتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق جب اس کے پاس سے گزرے تو وہ خوشی سے اچھل رہا تھا، چھلانگیں مار رہا تھا۔ آپ حیران رہ گئے کہ کل تک تو اس کا کچھ اور حال تھا۔ آج یہ چھلانگیں مار رہا ہے کیا ہوا ہے تمہیں، کیا خزانہ مل گیا ہے۔ اس نے پنجابی میں کہا جس کی کوئی خواہش نہ رہے اس کو سب خزانے مل گئے، اس کی ساری خواہشیں پوری ہو گئیں۔ اب دیکھو کتنا گہرا مضمون ہے جو اس فقیر نے قناعت کا بیان فرمایا۔ اور یہ اسی کی تفسیر ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قناعت ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔ جب حرص مر جائے تو جو کچھ بھی ہے انسان اس پر خوش ہوگا اور اگر خیال ہو کہ اللہ نے عطا فرمایا ہے تو اور بھی زیادہ خوش ہوگا۔ تو اس فقیر کی چھلانگیں بے معنی چھلانگیں نہیں تھیں۔ ایک گہرا حکمت کا راز اس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا جو اس کی پہلی قناعت کے نتیجے میں تھا۔ پس یہ وہ باتیں ہیں جن کو آپ کو اپنی اولاد کو سمجھانا ہے ورنہ وہ کہیں گے ہم کیسے قناعت کریں غریب سی زندگی ہے اور برا حال ہے لیکن **حرصوں کو کم کرنا ضروری ہے۔ اور جب انسان اللہ پر نظر ڈالے تو پھر حرصیں کم ہو سکتی ہیں۔** پھر تمنائیں آہستہ آہستہ کم ہو سکتی ہیں۔ اس سے جو زندگی سکون کی مل سکتی ہے اس کی کوئی مثال نہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی میں بے شمار ایسی مثالیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو یہ قناعت نصیب تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بے شمار ایسی مثالیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو یہ سچی قناعت نصیب تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو روایت اکثر بیان ہوتی رہتی ہے میں مختصراً اس کا ذکر کر دیتا ہوں۔ کیونکہ وہ بھی قناعت ہی کا مضمون ہے اور قناعت کے نتیجے میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا 'ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے' اس کی حقیقی مثال ہے۔ یعنی کوئی فرضی بات نہیں ہے کہ ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے عملاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی میں خدا تعالیٰ نے یہ دکھا دیا کہ واقعۃً قناعت کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کے چہرے سے بھی بھوک کا اندازہ اگر کسی کو ہوا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو ہوا تھا۔ کیونکہ آپؐ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ اگر کوئی شخص ہے جو ان فقر کے چھپانے والوں کے چہروں سے بھوک پڑھ سکتا ہے وہ صرف تُو ہے۔ جو لمبی روایت ہے اس میں ابوہریرہؓ کے فقر کا احساس کر کے، ان کی بھوک کا احساس کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا "ابوہریرہ تم بھوکے ہو، مجھے کہیں سے دودھ آیا ہے۔ آؤ تمہیں بھی اس دودھ میں شریک کروں۔ ابوہریرہ بہت خوش ہوئے کہ ایک پیالہ دودھ کا ہے۔ میں غٹ غٹ پیئوں گا اور بہت حد تک میری بھوک مٹ جائے گی۔ مگر اس حدیث کا یہ دوسرا پہلو قناعت والا پہلو ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ قناعت ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ابوہریرہؓ کو قناعت کا گُر بھی سکھانا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ اعلان کرواور کچھ بھوکے ہیں تو ان کو بھی اکٹھا کر لاؤ۔ اب حضرت ابوہریرہؓ کے دل کا کیا حال ہوگا۔ سخت بھوکے کئی دن کے بھوکے، بھوک سے غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ ایک پیالہ دودھ کا آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرما رہے ہیں باقیوں کو بھی بلا لاؤ لیکن آپ غور کریں تو مطلب یہ تھا کہ جتنا تمہیں ملے اسی پر قناعت کرو اور جب بھوک کی شدت ستا رہی ہو اس وقت کم پر قناعت کرنا یہ قناعت ہے۔ لیکن یہ سمجھانا بھی مقصود تھا کہ خدا کی خاطر جو قناعت کرتے ہیں اللہ ان کو لامتناہی دیتا ہے۔ وہ قناعت کے نتیجے میں کسی رزق سے محروم نہیں رہتے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ نے ایسا ہی کیا۔ آواز دی اور کوئی بھوکا ہے تو آجائے اور چند بھوکے چھ سات اور اکٹھے ہو گئے۔ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ابوہریرہؓ کو اپنے بائیں طرف بٹھایا۔ اس لئے بائیں طرف بٹھایا کہ آپؐ دائیں طرف سے شروع کیا کرتے تھے۔ ابوہریرہ کو قناعت کا مضمون اچھی طرح سمجھانا تھا۔ یہ بھی سمجھانا تھا کہ تم دیکھنا میرے خدا کا مجھ سے کیا سلوک ہے، قناعت کا خزانہ ختم نہیں ہوتا، یہ اس حدیث کی تشریح میں کر رہا ہوں۔ ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ دائیں طرف جو بیٹھا تھا اس نے دودھ کے پیالے کو منہ سے لگایا اور پینا شروع کیا۔ مجھے خیال آیا کہ بڑا پیالہ ہے شاید کچھ بچ بھی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ اور پیئو جو پی رہا تھا۔ فرمایا اور بھی پیئو۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ اندر سے میری تو جان ہی نکل رہی تھی۔ اب تو میرے لئے سوال ہی نہیں رہا کہ میرے لئے بچ سکے۔ لیکن اس نے پورا پیا اور کہا کہ یارسول اللہ میں منہ تک بھر گیا ہوں۔ پھر آپؐ نے وہی پیالہ دوسرے کو دیا پھر تیسرے کو دیا پھر چوتھے کو دیا دودھ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ آخر پر ابوہریرہ کی باری آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پیار سے مسکراتے ہوئے دیکھا ابوہریرہ! اب تم پیئو۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے پیا، پھر پیا، پھر پیا، میری بھوک کلیتاً ختم ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اصرار فرما رہے تھے اور بھی پیئو، اور بھی پیئو۔ کہتے ہیں میں نے آخر عرض کیا یارسول اللہ! اب تو میں نے اور پیا تو دودھ میرے ناخنوں سے پھوٹ پڑے گا۔ اتنا بھر چکا ہوں دودھ سے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس پیالے کو اپنے منہ سے لگایا۔ سب سے بڑا قانع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں۔ ان سے بڑھ کر دنیا میں کبھی کوئی قانع پیدا نہیں ہوا۔ اور یہ حدیث اس بات کو کھول کر بیان کر رہی ہے۔ اور یہ بھی بتا رہی ہے کہ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا 'قناعت ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے'۔ یہ حقیقت ہے۔ **قناعت کے نتیجے میں اگر سچی قناعت ہو تو اللہ تعالیٰ رزق میں اتنی برکت ڈال دیتا ہے کہ تھوڑا بھی ختم ہونے میں نہیں آتا۔**

یہی واقعات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہم نے دیکھے۔ یعنی ان صحابہ نے دیکھے جنہوں نے قناعت کی اور بعینہ اسی قسم کی باتیں بارہا پیش ہوئیں، بارہا ظاہر ہوئیں۔ تو یہ کوئی پرانی تاریخ کے قصے نہیں ہیں۔ اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے یہ تاریخ دہرائی جا چکی ہے۔ پس آپ بھی اسی تاریخ کو دہرائیں گی تو آپ کو نہ ختم ہونے والا رزق عطا کیا جائے گا اور اپنے بچوں، اپنی بچیوں کو ان معنوں میں قناعت کا مضمون سکھائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حوالے سے سکھائیں۔

اب ایک اور مضمون اسی سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مہمان ہوا۔ حضور نے اس کے لئے بکریوں کا دودھ نکلوایا۔ وہ یکے بعد دیگرے سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ اندازہ کریں کہ کیسا بھوکا تھا۔ اس کو قناعت کا پتہ ہی نہیں تھا کیونکہ کافر کو قناعت کا پتہ نہیں ہوتا۔ یہی دنیا کی زندگی اس کی لذت ہے۔ سب کچھ یہی ہے۔ جتنا کھا پی سکے وہ کھا پی لیتا ہے۔ اس کے ساتھ آنحضورؐ نے جو حسن سلوک فرمایا اور جو باتیں فرمائیں اس کے نتیجے میں دوسرے دن ہی وہ مسلمان ہو گیا۔ حضورؐ نے اس کے واسطے پھر ایک بکری کا دودھ نکلوایا وہ اس نے پی لیا۔ پھر دوسری بکری کا دودھ نکلوایا وہ سارا نہ پی سکا۔ آپؐ نے فرمایا یعنی اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ نے مومنوں کو دکھانے کے لئے یہ کیا کہ جب تک یہ کافر تھا یہ سات انتڑیوں میں پیتا تھا۔ یعنی سات گنا غذا تھی اس کی۔ اور مومن ہوا تو ایک ہی رات میں اس کو خدا تعالیٰ نے قناعت کے گُر سکھا دئے۔ اور اب دو بکریوں کا پورا دودھ بھی ختم نہیں کر سکا۔ (ترمذی ابواب الاطعمه باب ان المومن یاکل فی معی واحد)

حضرت عکراش رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس میں کئی باتیں سمجھنے والی ہیں۔ حضرت عکراشؓ بیان کرتے ہیں کہ بنو مُرّہ نے اپنے اموال صدقہ دے کر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جب میں مدینے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضور مہاجرین اور انصار کے درمیان رونق افروز تھے۔ حضور نے میرا ہاتھ پکڑا اور امّ سلمٰی کے گھر لے گئے۔ اور ان سے دریافت کیا کہ کیا کوئی کھانے کی چیز ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے ثرید کا پیالہ بنایا ہوا تھا۔ ثرید ایک ایسی غذا ہے۔ جسے اس زمانے میں جن کو نرم آٹا نصیب نہ ہو وہ بھی شوق سے کھا سکتے تھے، بے دانت کے آدمی بھی کھا سکتا ہے۔ کیونکہ گندم کے دانے جو موٹی چکی میں پیسے جائیں ان کو جب شوربے میں دیر تک بھگو کے رکھا جائے تو بالکل نرم ہو جاتے ہیں۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ثرید بہت پسند فرماتے تھے۔ کیونکہ خصوصاً جنگ احد میں جب دانت شہید ہو گئے اس کے بعد آپ کا موٹی کھردری روٹی کھانا مشکل تھا۔ اس لئے ثرید پسند فرماتے تھے۔ امّ سلمٰی نے اس میں بوٹیاں بھی بہت ڈالی ہوئی تھیں۔ وہ ثرید رسول اللہ صلی اللہ

باقی صفحہ نمبر ۹ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ پھیل رہی ہے وہاں درود کو پھیلانے پر بہت زور دینے کی ضرورت ہے

درود کی برکت سے جماعت کو برکت ملے گی اور اس برکت میں سب سے بڑی برکت ان کی تربیت کی برکت ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۵/مارچ ۱۹۹۹ء بمطابق ۵/امان ۱۳۷۸ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

(سورة الاحزاب آیت ۵۷)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر دُرود اور بہت بہت سلام بھیجو۔

اس آیت کریمہ کے ترجمہ میں اور اس کی تشریح کے تعلق میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہونگے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تراس مردِ خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"۔

آج انشاء اللہ تعالیٰ درود شریف کے متعلق احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کے حوالے سے میں کچھ مضمون آپ کے سامنے پیش کروں گا لیکن اس سے پہلے ایک سابقہ خطبے کے تعلق میں ایک وضاحت کرنی چاہتا ہوں۔

میں نے ایک حدیث پڑھی تھی جس میں ذکر تھا اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لئے غنائم حلال کر دی گئیں اور الفاظ ایسے تھے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس سے پہلے کبھی کسی نبی پر غنائم حلال نہیں کی گئیں اور اس بارے میں میں الجھن میں تھا۔ حدیث قطعی ہے کیونکہ بخاری کی بھی اور دوسری کتب میں بھی درج ہے اور بعینہ یہی الفاظ ہیں۔ اس لئے میں نے ایک صلائے عام دی تھی سب دوستوں کو کہ غور کر کے بتائیں کہ کیا بات ایسی ہے جو سمجھ میں نہیں آسکی مگر حدیث درست ہے اور یہ بات بھی قطعی طور پر درست ہے کہ قرآن کریم کی رو سے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ پر یقیناً غنائم حلال کی گئی تھیں۔ پس قرآن کریم کی اس قطعی گواہی کے مخالف حدیث ہو ہی نہیں سکتی۔ ضرور کوئی بات سمجھنے سے رہ گئی ہے۔

اس ضمن میں بہت سے علماء نے بھی بہت خطوط لکھے اور طرح طرح کی توجیہات پیش کیں لیکن سب سے اعلیٰ اور عمدہ توجیہہ جو مجھے پسند آئی ہے اور بالکل دل میں کھُب گئی ہے وہ ہمارے ایک دوست عبدالرشید قریشی صاحب نے ناروے سے بھیجی ہے۔ اور یہ بالکل باقی حدیث کے الفاظ کے مطابق بات بنتی ہے۔ اس ساری حدیث نبوی کی روح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی برکت سے تمام دنیا استفادہ کر رہی ہے اور تمام دنیا میں امت محمدیہ استفادہ کر رہی ہے۔ ہر جگہ مسجد بنائی جاسکتی ہے، ہر جگہ نماز پڑھی جاسکتی ہے تو حضور اکرمؐ کی عالمی حیثیت کی باتیں ہو رہی ہیں اس لئے غنائم میں بھی لازماً عالمی حیثیت کی بات ہو رہی ہے اور یہ واقعہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے پہلے کسی نبی کو بھی کُل عالَم کے غنائم عطا کرنے کا نہ وعدہ ہے نہ ان کے لئے حلال تھیں کیونکہ حضرت داؤدؑ بھی ایک محدود قوم کے لئے تھے، حضرت سلیمانؑ بھی ایک محدود قوم کے لئے تھے اور ان دائروں میں ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جس قسم کے جہاد کی اجازت تھی اس کے نتیجے میں جو غنائم میسر آتے تھے وہ استعمال کر سکتے تھے مگر اپنے دائرے سے باہر جا کر تمام دنیا میں ان کے غنائم حاصل کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس پہلو سے یکتا تھے اور یکتا ہیں اور یکتا رہیں گے اور یہ چھوٹی سی بات ایک گھنڈی جس کو کہتے ہیں، یہ اگر سمجھ آئی تو ناروے کے قریشی عبدالرشید صاحب کو سمجھ آئی۔ انہوں نے کہا کہ دیکھیں اس رنگ میں تو ساری حدیث کے مطابق مضمون بن رہا ہے۔ اب واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد جب کبھی بھی، جہاں کہیں بھی جہاد کی شرائط کے مطابق جہاد کی خدا تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو اجازت ہوگی، اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ وہ کس جگہ ہو دنیا کے پردے پر جہاں بھی ہو، وہاں غنائم آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس حدیث کے مطابق ان کے لئے حلال ہونگے۔ پس اللہ تعالیٰ قریشی عبدالرشید صاحب کو جزا دے کہ ایک ضروری مسئلہ کو حل کرنے میں انہوں نے ہماری مدد فرمائی۔

اب میں یہ جو درود شریف کا مضمون ہے اس کو شروع کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اقتباس کے بعد جو میں نے آپ کو پڑھ کے سنایا ہے۔ اب میں احادیث نبویہ میں سے کچھ ضروری متعلقہ احادیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس مضمون پر بہت سی احادیث ملتی ہیں مگر بعض ایسی بھی ہیں جن کو سمجھنا عام قاری کے لئے مشکل ہوگا اور غلط خیالات دل میں پیدا ہو سکتے ہیں جن کو سمجھانے کے لئے مجھے بہت وقت چاہئے اور دقت کا سامنا ہوگا اس لئے ایسی احادیث جو زیادہ تشریح طلب ہیں ان کو میں نے الگ رکھ دیا ہے۔ ان کی صحت پر کوئی شک نہیں یقیناً وہ اعلیٰ درجہ کی کتب سے، اچھے راویوں سے مروی ہیں اس لئے ہمیں یہ حق تو نہیں ہے کہ ان کی صحت پر کسی قسم کی جرح کریں مگر مضمون اَدق ہیں اور ان کا بیان کرنا ایک لمبے وقت کا تقاضا کرتا ہے اس لئے میں نے ان کو الگ رکھ دیا ہے۔ اب نسبتاً ہلکی پھلکی احادیث جو عام قاری کو جلد سمجھ آسکتی ہیں وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

سنن نسائی سے یہ حدیث لی گئی ہے عَنْ اَنَس ابنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ بڑا بخیل ہے۔ کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے اس پر اللہ تعالیٰ دس بار درود بھیجتا ہے۔

پہلی بات تو بخل کی اس لحاظ سے درست ہے کہ جس کے بے انتہا احسانات ہوں اس کا نام آنے پر اس پر درود نہ بھیجا جائے یہ قلب کی انتہائی خساست اور بخل پر دلالت کرنے والی بات ہے۔ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ ایک شریف النفس انسان اپنے محسن کا ذکر آنے پر اس کو دعا نہ دے۔

چھوٹے چھوٹے گدا، در کے فقیر، ان کو بھیک مل جائے تو دعائیں دیتے جاتے ہیں تو جو سب سے بڑا محسن ہے جس کے احسانات کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور بے انتہا ہیں ان کا ذکر آنے پر اگر تم دعا نہ دو تو حد سے زیادہ یہ بخل ہے۔ دوسرا پہلو اس کا آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ مجھ سے تو بخل تم کیا کر سکتے ہو مجھے کوئی بھی نقصان نہیں۔ تم اپنے خلاف بخل کرو گے کیونکہ وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا کہ جو ایک درود بھیجے گا محمد رسول اللہ ﷺ پر میں اس کے مقابل پر، اس کے جواب میں اس پر دس درود بھیجوں گا۔ اب اس حدیث میں بھی ایک گہرا نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے وصال کے بعد اب براہ راست فیض نہیں پہنچا سکتے سوائے اُس فیض کے جو آپ کی تعلیم اور سنت میں ہے وہ

الگ مسئلہ ہے وہ براہ راست ہر شخص کو پہنچتا ہے، پہنچتا رہے گا۔ لیکن دنیا بھر میں جہاں کوئی بھی سلام بھیج رہا ہے یا درود بھیج رہا ہے اس کو براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فیض نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے کہ اللہ آپ کا حافظ و ناصر ہے، اللہ آپ کا نگران ہے، اللہ آپ کا وکیل ہے اور ہر ایسے شخص کو جزا دینا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف سے جزا دینا یہ اللہ کا کام ہے اور وہ یہ جزا ضرور دے گا۔

اور جزا دینے والا ہمیشہ اگر سخی ہو تو جتنی نیکی کی جائے اس سے بڑھ کر جزا دیا کرتا ہے۔ اور اس سلسلے میں دس درود کا مطلب یہ ہے کہ کم سے کم دس۔ یہ مطلب نہیں کہ دس سے زیادہ نہیں۔ یہ تو شرط ہے جو اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق ہمیں معلوم ہوتی ہے کہ جہاں کوئی انسان ایک نیکی کرتا ہے اللہ اس کی دس گنا جزا ضرور عطا فرماتا ہے۔ تو بخیل ان معنوں میں کہ بڑا بے وقوف ہے اس کو ایک درود بھیجنے پر دس جزائیں مل سکتی تھیں اس گدھے نے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا اور بخل کیا تو اپنے خلاف۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ درود بھیجتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اللہ درود کیسے بھیجتا ہے؟ ہم جو درود بھیجتے ہیں تو یہ عرض کرتے ہیں خدا کی درگاہ میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر برکتیں نازل فرما، سلام نازل فرما، آپؐ کی امت پر، آپؐ کی آل پر برکتیں نازل فرما۔ اللہ بھیجتا ہے تو اللہ کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سلامتیاں اور برکتیں رسول اللہ ﷺ پر بھیجتا ہے۔ اب بندوں پر درود کیسے بھیجتا ہے جو عام بندے ہیں کسی سے دعا کرتا ہے کہ ان کو یہ چیز پہنچے۔ خدا کو کسی اور سے دعا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر برکات خود بھیجتا ہے اسی طرح اپنے ان بندوں پر بھی برکات خود بھیجتا ہے اور یہ برکات جو ہیں اس کو اور اس کی نسلوں کو دنیا و آخرت میں بے انتہا جزا دینے کا موجب بن جاتی ہیں، ایک لامتناہی جزاؤں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پس درود بھیجنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح درود بھیجتا ہے جیسے ہم بھیجتے ہیں۔ ہم تو اللہ سے عرض کرتے ہیں کہ تو برکتیں نازل فرما۔ اللہ، رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے کس سے عرض کرتا ہے؟ خدا تو کسی سے عرض نہیں کرتا۔ وہ خود برکتیں نازل فرماتا ہے۔ پس بندوں پر درود بھیجنے کا مطلب یہی ہے کہ ان پر برکتیں نازل فرماتا ہے۔

ایک دوسری حدیث درود کے تعلق میں سنن نسائی سے لی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور وہ مجھے میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔

اب بظاہر یوں لگتا ہے جیسے کوئی جسمانی نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی کیفیت کیا ہے، وہ روحانی وجود کس قسم کے ہیں یہ اللہ ہی سمجھتا ہے، اللہ ہی جانتا ہے، ہماری فہم سے بالا ہے۔ ایک بات جو قطعی طور پر درست ہے وہ یہ ہے کہ وہ فرشتے ہیں اور ان کا ساری روئے زمین سے تعلق ہے اور ہر انسان اور ہر جاندار پر اس کی بقا کے لئے کچھ فرشتے مقرر ہیں۔ اس لئے فرشتے گھومتے پھرتے ہیں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فرشتہ یا کچھ فرشتے زمین کی ایک جگہ سے دوڑے جاتے ہیں کسی اور جگہ چلے جاتے ہیں، وہاں سے دوڑے پھرتے ہیں ادھر آجاتے ہیں۔ یہ مفہوم محض ایک نقشہ ہے تاکہ انسان کو بات کی سمجھ آسکے۔

مراد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ساری زمین پر پھیلے پڑے ہیں اور کوئی انسان یہ گمان نہ کرے کہ میں نے رات کے پردے میں چھپ کر یا زمین کے کسی دور دراز کونے یا جنگل میں اللہ کے رسول پر سلام اور درود بھیجا تھا اور اسے کسی نے نہیں سنا۔ یقین دہانی ہے کہ تمہارے درود اور سلام لازماً محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچ رہے ہیں اور یہ بات ہر درود بھیجنے والے کے لئے کتنی تسکین کا موجب ہے۔ اگر آپ سلام بھیجیں کسی کو اور وہ سن لے تو کتنی خوشی ہوگی اور اگر نہ سنے تو دل میں کھٹکا سا رہے گا کہ ہم نے تو سلام بھیجا مگر کسی نے نہیں سنا۔ پس یہ حدیث ہر مومن کے لئے جو محمدؐ رسول اللہ پر سلام بھیجتا ہے ایک اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت برسانے والی حدیث ہے۔

اس سے زیادہ جزا اس کے سلام کی ہو نہیں سکتی کہ جس کو سلام بھیجا گیا تھا اس نے سُن لیا۔ اور یہ سُن لیا کوئی فرضی دعویٰ نہیں ہے۔ یہ سچا دعویٰ تبھی بنتا ہے کہ واقعۃً یہ سلام پہنچائے جائیں۔ **پس خدا تعالیٰ نے ایک ایسا نظام جاری فرمایا ہے کہ تمام دنیا میں کونے کونے سے محمد رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے والوں کے سلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو پہنچائے جاتے ہیں۔**

ایک مسند احمد بن حنبل سے حدیث لی گئی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو گیا۔ آپ کھجوروں کے ایک باغ میں داخل ہوئے اور سجدہ ریز ہو گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بسا اوقات بغیر کسی اطلاع دیئے باہر تشریف لے جایا کرتے تھے اور بعض صحابہ بھی انتظار میں بیٹھے رہتے تھے، تاک میں لگے رہتے تھے کہ کب حضورؐ باہر آئیں تو ہمیں موقع ملے، ہم چلیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کسی کو مخاطب ہو کر یہ نہیں فرماتے تھے کہ میرے ساتھ چلو تو وہ ادب سے پیچھے ہٹ کر چلا کرتے تھے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خلوت میں خلل نہ پیدا کریں۔

یہی طریق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی تھا۔ بعض دفعہ آپ اکیلے نکل جایا کرتے تھے اور بعض صحابہ جن کو پتہ لگ جایا کرتا تھا تو وہ پیچھے پیچھے دوڑا کرتے تھے احتیاط کے تقاضوں کے پیش نظر یا برکت حاصل کرنے کے لئے۔ پس یہ بھی ویسی ہی ایک حدیث ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ کیا کر رہے ہیں وہاں۔ حضور اس باغ میں اس وقت کیا کرنے جا رہے ہیں۔ کہتے ہیں رفتہ رفتہ انتظار کرتے کرتے اتنا لمبا عرصہ گزر گیا کہ میں دیکھ رہا تھا کہ اس تمام عرصہ میں آپ سجدے کی حالت میں ہیں اور سجدے میں چونکہ میں مخل نہیں ہونا چاہتا تھا اس لئے میں آگے نہیں بڑھا۔ لیکن اتنا لمبا عرصہ گزرا کہ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ نعوذ باللہ من ذالک رسول اللہ ﷺ کی روح قفس عنصری سے پرواز نہ کر گئی ہو، اسی سجدے کی حالت میں آپ فوت نہ ہو گئے ہوں۔ اس غم اور فکر سے میں دوڑا، قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے آنے کی آواز سنی اور سجدے سے سر اٹھا لیا۔

معلوم ہوتا ہے باقاعدہ نماز نہیں ہو رہی تھی ایک سجدۂ شکر تھا بس۔ اور جب قدموں کی آواز سنی، سر اٹھایا اور پوچھا اے عبدالرحمٰن! کیا بات ہے۔ میں نے آپؐ سے اپنے خدشے کا اظہار کیا یا رسول اللہ یہ وجہ ہے جو میں آپؐ کے قریب آگیا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جبرائیل نے مجھے کہا ہے کہ کیا میں تجھے خوشخبری نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس شخص نے تجھ پر درود بھیجا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو تجھ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلامتی نازل کروں گا۔ یہ وعدہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے پر شکر ادا کیا۔ اب صاف ظاہر ہے اور وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بھی شرک کرنے لگ جاتے ہیں ان کے لئے ایک کھلا کھلا پیغام ہے کہ رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ ان سب کو جزا دیں جو آپ کو سلامتی کی دعائیں دیتے ہیں۔ مگر خود نہیں دے سکتے تھے اس لئے جب تک اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ نہیں فرمایا میں دوں گا اس وقت تک آپ کے دل کو پورا اطمینان نصیب نہیں ہوا اور جب وعدہ فرمایا تو اس کے شکر کے طور پر سجدہ ادا کیا۔ اب مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ میرا خدا ہمیشہ مجھ پر سلام بھیجنے والوں پر سلام بھیجتا رہے گا۔

ایک اور حدیث ہے ترمذی کتاب الجمعه بابُ مَا ذُكِرَ فِي الثَّنَآءِ عَلَى اللّٰهِ وَالصَّلاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ الدُّعَاءِ۔ حضرت عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی موجودگی میں نماز پڑھی اور جب میں نماز پڑھ کر بیٹھا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی ثنا کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا۔ صرف یہ ہے فَلَمَّا جَلَسْتُ میں بیٹھا۔ تو مراد غالباً یہی ہے کہ اَلتَّحِيَّات کی حالت میں جب وہ بیٹھے ہیں تو ایسے انداز سے دعا کر رہے تھے کہ اردگرد کچھ لوگ سن بھی سکتے تھے۔ اس لئے مجھے خیال آیا تھا کہ نماز میں دعا کر رہے تھے یا نماز کے بعد، جو بھی صورت تھی بہرحال بیٹھی ہوئی حالت میں یہ دعا کر رہے تھے۔

کہتے ہیں میں نے دعا اس طرح کی بَدَاْتُ بِالثَّنَآءِ عَلَى اللّٰهِ میں نے اللہ کی ثنا سے اپنی دعا شروع کی ثُمَّ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیج کر یعنی درود بھیج کر ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي پھر میں نے اپنی ذات کے لئے خدا تعالیٰ سے کچھ دعائیں کیں فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ سَلْ تُعْطَهْ، سَلْ تُعْطَهْ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مانگ تجھے دیا جائے گا، مانگ تجھے دیا جائے گا۔ اب اس حدیث سے یہ قطعیت کے ساتھ ثابت ہے اگر یہ نماز کی حالت تھی تو نماز میں بھی اپنے لئے مانگنا جائز ہے اور اپنے الفاظ میں مانگنا جائز ہے۔ مگر یہ تب ہونا چاہئے کہ پہلے ثنا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر درود ہو اور اَلتَّحِيَّات کا آغاز ہی اس سے ہوتا ہے۔

التَّحِياتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ اَلسَّلَامُ عَلَيكَ اَيهَا النَّبِيُّ وَرَحمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه۔ یہ صاف پتہ چل رہا ہے کہ التحیات کی حالت میں یہ دعا اگر اس طرح کی جائے تو بالکل جائز اور درست ہے۔ اور بعید نہیں کہ التحیات کی صورت میں ہی انہوں نے دعا کا ذکر کیا ہو اسکے بعد پھر اپنے لئے دعا مانگی جائز ہے۔ یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ نماز میں اپنے الفاظ میں اپنے لئے دعا مانگی جائز ہے۔ نمبر دو نماز کے بعد اگر بیٹھ کر انسان دعا کرے اور اس دعا میں بھی ثناء پہلے ہو، درود ہو پھر اپنے لئے کچھ مانگا جائے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہ فرمانا بہت بڑی خوشخبری ہے۔ مانگ جو مانگتا ہے، مانگ جو مانگتا ہے، اب اللہ تعالیٰ تیری دعاؤں کو ضرور قبول فرما لے گا۔ پس ہر دعا کرنے والے کے لئے اس میں بہت بڑی حکمت ہے، بہت بڑی خدا تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری دعائیں قبول ہوں تو دعائیں قبول کروانے کا یہ طریق ہے۔

اگرچہ بعض احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر صرف سلام اور درود ہی بھیجا تو اسی میں ہی اپنی دعائیں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی سے یہ استنباط فرمایا کرتے تھے اور آپ کی جو روایات میں آپ کے سامنے پیش کروں گا ان میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ مگر جو بھی صورت ہو ثناء اور درود اور پھر اپنے لئے دعا یہ تین باتیں اسی ترتیب سے یاد رکھیں۔ جب آپ آل کا ذکر کرتے ہیں درود میں تو دراصل اس آل میں آپ خود شامل ہو سکتے ہیں کیونکہ سچی آل بننا یہ آپ کا کام ہے۔ اگر سچی آل بن جائیں تو

EARLSFIELD FOUNDATION

(Hospital Division)

Competition for young Architects to design a Hospital

First Prize 100,000 rp, Second Prize 50,000 rp,Third Prize 25,000 rp

For further details write to:

The Manager 75, Merton Road .London SW18 5EF. U.K.

آلِ محمدؐ میں شامل ہو جائیں گے اور آلِ محمدؐ کو جو جو برکات خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونگی ان میں آپ بھی داخل ہو جائیں گے تو آپ کی کوئی ضرورت بھی ایسی باقی نہیں رہتی جو ان برکات سے جن کا وعدہ کیا جارہا ہے باہر کی کوئی ضرورت ہو۔

تو مختلف مانگنے کے ڈھنگ ہیں کبھی کبھی انسان ایسے حال میں ہوتا ہے کہ وہ اپنی ضرورت کا خصوصیت سے بار بار ذکر کرتا ہے اور جب تک اس کا ذکر بار بار نہ کرے اس کے دل کو تسکین نہیں ہوتی۔ یہ حالت بھی جائز ہے مگر ثنا اور دُرود کو یاد رکھیں اس کے بعد پھر جیسا چاہیں کریں۔ اور بعض دفعہ انسان اتنا گہرا ڈوب جاتا ہے آل کے مضمون میں کہ اس میں پھر اپنے لئے سب کچھ مانگ لیتا ہے اور ذکر کر کے نہیں مانگنا پڑتا۔

مسلم کتاب الصلوٰۃ بابُ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ اور یہ بخاری میں بھی حدیث انہی الفاظ میں ہے۔ حضرت کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ آپ پر سلام کس طرح بھیجا جائے۔ السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته وہ روزانہ کہتے ہی تھے، یہ مراد ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ سلام کیسے بھیجا جائے مگر درود کیسے بھیجیں۔ تو اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا تم مجھ پر اس طرح درود بھیجا کرو۔ اے ہمارے اللہ! تو محمد اور محمد کی آل پر درود بھیج جس طرح تو نے ابراہیم پر اور ابراہیم کی آل پر درود بھیجا۔ اے ہمارے اللہ! محمد اور محمد کی آل کو برکت عطا فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم اور ابراہیم کی آل کو برکت عطا کی۔ تو حمد والا اور بزرگی والا ہے۔ یہ وہی درود شریف ہے جو ہم نماز میں اَلتَّحِیَّات کے بعد پڑھتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "رسول اللہ ﷺ کے واقعات پیش آمدہ کی اگر معرفت ہو اور اس بات پر پوری اطلاع ہو کہ اس وقت دنیا کی کیا حالت تھی اور آپؐ نے آکر کیا کیا۔ تو انسان وجد میں آکر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہہ اٹھتا ہے"۔ اب اس میں یاد رکھیں کہ **درود پڑھنے کے لئے ایک وجد کی ضرورت ہے۔ درود پڑھنے سے پہلے ایک کیفیت کی ضرورت ہے، عشق اور محبت کی کیفیت کی جس میں ڈوب کر انسان درود پڑھے۔** اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ گر ہمیں سکھلا دیا کہ غور کیا کرو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ظاہر ہونے سے پہلے دنیا کی حالت کیا تھی۔ توحید سے خالی، فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی، نہ بر پر خدا رہا نہ بحر میں خدا رہا۔ یعنی خدا کے ذکر سے بر و بحر خالی ہو گئے یہ کیفیت تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے خدا کے ذکر سے بر و بحر کو بھر دیا، فضائیں خدا کے ذکر سے گونجنے لگیں یہ حال جب تم سوچو کہ کیا واقعہ ہوا اور کیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ذکر الٰہی کو بلند کیا ہے تو بے اختیار دل پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جائے گی اور اس کیفیت میں تم بے اختیار کہہ اٹھو گے جیسا کہ فرماتے ہیں "انسان وجد میں آکر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہہ اٹھتا ہے"۔ فرماتے ہیں "میں سچ سچ کہتا ہوں یہ خیال اور فرضی بات نہیں ہے۔ قرآن شریف اور دنیا کی تاریخ اس امر کی پوری شہادت دیتی ہے کہ نبی کریمؐ نے کیا کیا ورنہ وہ کیا بات تھی کہ آپ کے لئے مخصوصاً فرمایا گیا اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہیں آئی"۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۲ مورخہ ۱۷/جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۲)

اب یہ چھوٹا سا فقرہ ہے "کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہیں آئی"۔ اس کا کیا مطلب بنتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور نبی کے بارے میں پہلے کبھی کسی نبی کی امت کو یہ تعلیم نہیں دی گئی تھی کہ تم اپنے نبی پر درود اور سلام بھیجو۔ یہ خصوصیت ہے جس میں آنحضرت ﷺ اکیلے ہیں۔ تمام کائنات میں جتنے نبیوں کا ذکر ملتا ہے ان میں کسی پر درود اور سلام بھیجنے کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے اس نبی کی امت کو نہیں دی۔ یہ جب میں نے پڑھا تو میں حیران رہ گیا اور اس تعجب میں میں نے بائبل کا اور انجیل کا اس حصے کا مطالعہ کیا جس میں یہ درود کا ذکر مل سکتا تھا اور پھر بعض ایسے پادریوں سے بھی پتہ کروایا جو بائبل پر بہت عبور رکھنے کی شہرت رکھتے ہیں۔ ان سے میں نے پوچھا تم بتاؤ حضرت عیسیٰ کے متعلق تو میں ذاتی طور پر، میں کیا ساری دنیا جانتی ہے مسیح موعود علیہ السلام نے اس مسئلے کو بار بار اٹھایا ہے کہ پہلے مسیح نے یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے اس مسیح کے علاوہ جو پہلا مسیح تھا اس نے کبھی بھی موسیٰ پر یا اپنے سے پہلے نبیوں پر درود نہیں بھیجا۔ ایک اشارہ تک نہیں ملتا عہد نامہ جدید میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سے پہلے کسی نبی پر بھی درود بھیجا ہو اور خصوصاً موسیٰ کے خوشہ چین تھے، موسیٰ کی کتاب کے خوشہ چین تھے آپ پر درود بھیجا ہوتا، کوئی ذکر نہیں۔ تو پادری صاحب سے میں نے یہ سوال کیا تھا۔ مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے بائبل کا مطالعہ جب بھی کیا کبھی بھی کوئی ذکر نہیں ملا کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنے سے پہلے نبیوں پر درود بھیجا ہو یا حضرت ابراہیمؑ پر بھیجا ہو۔ کوئی ذکر نہیں۔ ابراہیمؑ کے تعلق میں کچھ مجھے ذکر نہیں ملا کہ آپ نے نوحؑ پر یا آدمؑ پر درود بھیجا ہو۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ایک خصوصیت ہے جس میں اور کوئی شریک نہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے "کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہیں آئی"۔

بہت ہی پیارا کلام ہے فصاحت و بلاغت کا مرقع ہے یہ جملہ کہ 'آواز نہیں سنو گے تم' صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے حق میں یہ آواز سنائی دے گی کہ اے لوگو اس پر اور اس کی آل پر درود بھیجو جیسا کہ اللہ اس پر اور اس کی آل پر درود بھیجتا ہے۔ جو میں نے تحقیق کی تو پتہ چلا نہ عیسیٰؑ نے موسیٰؑ پر اور پہلے نبیوں پر درود بھیجا، نہ موسیٰؑ نے ابراہیمؑ اور ان کی اولاد پر درود بھیجا، نہ دوسرے نبیوں پر درود بھیجنا کسی جگہ ثابت ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ ابراہیمؑ پر درود خدا نے جو بھیجا تھا اس کا بھی ذکر نہیں ملتا سوائے رسول اللہ ﷺ کے اس ذکر کے کہ خدا کس طرح درود بھیجا کرتا تھا ابراہیم پر۔ اس ذکر کو بھی محمدؐ رسول اللہ نے زندہ کیا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہر نماز میں ہر مسلمان پر یہ لازم نہ کر دیتے کہ جب مجھ پر درود بھیجو تو ابراہیمؑ کے نام کو بھی زندہ کر لیا کرو وہ بھی بہت بابرکت تھا اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت برکتیں عطا فرمائی تھیں۔

پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے احسانات جیسے اگلوں پر ہیں پچھلوں پر بھی تھے۔ اور خصوصیت کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہ احسان ہے کہ آپ کے ذکر سے ان کا ذکر زندہ ہوا اور اب سب دنیا میں ابراہیمؑ کے درود کا ذکر پایا جاتا ہے صرف مسلمانوں کے لئے۔ ماننے والے یہودی بھی ہیں، ماننے والے عیسائی بھی ہیں مگر **ساری دنیا میں اگر ابراہیمؑ پر درود بھیجنے کا ذکر کسی زبان پر جاری ہے تو وہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا احسان خاص ہے جس کی اور کوئی مثال کہیں دکھائی نہیں دے سکتی۔**

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو درود سے ایسی محبت تھی کہ آپ نے شرائط بیعت میں درود شریف کو داخل فرمایا۔ اور جو شرط سوم ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "بلا ناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول ادا کرتا رہے گا"۔ یعنی بندہ بیعت کرنے والا "اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا"۔ یعنی ہمیشگی اختیار کرے گا۔ "اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ وِرد بنا لے گا"۔ (اشتہار ۱۲/جنوری ۱۸۸۹ء)۔ یعنی روز کا یہ دن رات کا پیشہ ہی ہو جائے گا اس کا، اس پر وہ دوام اختیار کرے گا کہ ہمیشہ یہ کرتا رہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ نبیٔ معصوم ﷺ"۔ اب یہاں جب بہت زیادہ عزت ہو تو وہاں واحد میں ذکر کرتے ہیں جمع کے حوالے سے ذکر نہیں کرتے۔ یعنی اردو میں عزت کے لئے جمع کا لفظ بھی بولا جاتا ہے اور بہت زیادہ عزت کرنی ہو تو واحد کا صیغہ بھی بولا جاتا ہے تو یہاں واحد کے صیغے میں فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ نبیٔ معصوم ﷺ آیا اور بت پرستوں سے اس نے نجات دی۔ یہی وہ راز ہے کہ یہ درجہ صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کو ان احسانوں کے معاوضوں میں ملا کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا"۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۲ مورخہ ۱۷/جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۲)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ٹریکٹ شائع فرمایا اور اس ٹریکٹ میں آپ فرماتے ہیں "**قبولیت دعا کے تین ہی ذریعے ہیں**۔ اول ان کنتم تحبّونَ اللّٰہ فاتّبِعُونی"۔ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو۔ اگر اللہ سے محبت کا دعویٰ سچا ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع لازم ہو گی ورنہ جہاں جہاں اتباع سے باہر ہو گے وہاں تمہاری محبت کا دعویٰ جھوٹا نکلے گا۔ پس قبولیت دعا کے لئے ضروری ہے یہ شرط کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اتباع کرو تاکہ تمہارا یہ دعویٰ سچا ہو کہ تم خدا سے محبت کرتے ہو اور جب خدا سے محبت کرتے ہو تو تمہاری دعا کو بھی قبول کرلے گا یعنی یہ اس کا ایک طبعی لازمی نتیجہ ہے۔

"دوم یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا"۔ نہ صرف پیروی کرو بلکہ چونکہ محمدؐ رسول اللہ کے نتیجے میں تمہیں خدا مل رہا ہے اس لئے صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اپنے شکر کے جذبے کا اظہار اس طرح کرو کہ آپ پر درود بھیجو یعنی احسان کے طور پر نہیں بلکہ احسان مندی کے اظہار کے طور پر۔ "سوم موہبت الٰہی کے ذریعے"۔ (ٹریکٹ بعنوان "حضرت اقدس کی ایک تقریر اور مسئلہ وحدۃالوجود پر ایک خط مرتبہ عرفانی صاحب صفحہ ۲۲)۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اگر دل پر طاری رہے، اللہ کا رعب دل پر طاری رہے تو ایسے بندے کی دعائیں بھی قبول کی جاتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں بھی درود کا کثرت سے ذکر ملتا ہے اور درود کی برکات جو آپ پر نازل ہوئیں ان کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات میں جابجا ذکر ملتا ہے۔ اعجاز المسیح میں درج ہے "فَصَلُّوْا عَلٰی ھٰذَا النَّبِیِّ الْمُحْسِنِ الَّذِیْ ھُوَ مَظْھَرُ صِفَاتِ الرَّحْمٰنِ الْمَنَّانِ"۔ یعنی یہ الہامی قول ہے جس کا اعجاز المسیح میں ذکر ہے۔ "(اے لوگو) اس محسن نبی پر درود بھیجو جو خداوند رحمٰن و منان کی صفات کا مظہر ہے کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہی ہے"۔ یہاں الہام میں اس بات کو کھول دیا گیا ہے کہ هل جزاءُ الاحسانِ الأَالاحسان۔ پس **آنحضرت صلی الله علیه**

fozman foods
BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TEL: 0181-553-3611

وعلیٰ آلہ وسلم پردرود بھیجنا آپ کے احسان کے نتیجے میں ہم پرواجب ہو جاتاہے۔

”احسان کا بدلہ احسان ہی ہے اور جس دل میں آپ کے احسانات کا احساس نہیں اس میں یا تو ایمان ہے ہی نہیں اوریا پھر وہ اپنے ایمان کو تباہ کرنے کے درپے ہے“۔ یہ تحریر کا جو یہ حصہ ہے یہ غالبًا الہامی نہیں ہے۔ پہلے جو باتیں ہیں وہ کئی مختلف وقتوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو درود کے متعلق الہامات ہوتے رہے ہیں اس لئے یہ ممکن ہے کہ یہ جو تحریر میں نے پڑھ کے سنائی ہے یہ لفظاً لفظاً کسی الہام کی طرف اشارہ نہ ہو مگر مختلف الہامات کے ذکر پر مشتمل عبارت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بار بار آپ کو تاکید ہوئی ہے اس میں باتیں ملتی ہیں کیوں یہ جو عبارت آگے آرہی ہے اس سے نظر آرہاہے کہ یہ عبارت مسیح موعودؑ کی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لفظاً الہام نہیں ہے۔

فرماتے ہیں ”اور جس دل میں آپ کے احسانات کا احساس نہیں اس میں یا تو ایمان ہے ہی نہیں اوریا پھر وہ اپنے ایمان کو تباہ کرنے کے درپے ہے“۔ اس فقرے سے میں سمجھتاہوں کہ پہلی عبارت لفظاً الہامی عبارت نہیں تھی الہامات کا ایک مفہوم تھا جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے الفاظ میں بیان فرمایاہے۔ ”اے اللہ اس امّی رسول اور نبی پر درود بھیج جس نے آخرین کو بھی پانی سے سیر کیاہے جس طرح اس نے اولین کو سیر کیا“۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وقت میں جو صحابہ موجود تھے ان کو بھی خدا کے وصل کا شربت پلایا، سیر کیا سے یہ مراد ہے اور کسی پانی کا اصل عبارت میں ذکر نہیں یہ ترجمہ کرنے والے نے کیاہے۔ صرف یہ ذکر ہے سیر کر دیا۔ یعنی وصل الٰہی کے شربت سے ان کو خوب سیر کیا جس طرح پہلوں کو کیا اسی طرح آخرین کو بھی کیا اور آخرین کو بھی کیا، دوسروں کو بھی کیا۔

”اور انہیں اپنے رنگ میں رنگین کیا“۔ سیر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جیسا بنایا۔ یہ ہو کیسے سکتاہے کہ وصل الٰہی کے شربت سے رسول اللہ ﷺ نے کسی کی پیاس بجھائی ہو اور اس کو سر سے پاؤں تک وصل الٰہی کے شربت میں نہلا دیا ہو اور وہ رسول اللہ ﷺ کا رنگ نہ پکڑے۔ اس لئے منطقی نتیجہ ہے جو مسیح موعود علیہ السلام نکال رہے ہیں۔ ”انہیں اپنے رنگ میں رنگین کیا اور انہیں پاک لوگوں میں داخل کر دیا“۔

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۶،۵)

اب سوال یہ ہے کہ **درود کتنی دفعہ پڑھنا چاہئے اور کس پابندی کے ساتھ کس وقت پڑھنا چاہئے**۔ اس تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض سادہ سی نصیحتیں ہیں جو عام فہم ہیں اس پہ کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ مکتوبات حصہ اول صفحہ ۱۸ پہ درج ہے ”کسی تعداد کی پابندی ضروری نہیں“ اور حالات مختلف ہوتے ہیں۔ انسان بعض دفعہ ہم و غم میں پھنسا ہوا، اپنے دنیا کے کاروبار میں بعض دفعہ اتنا مصروف ہو جاتا ہے یا اپنے صدموں میں ایسا الجھایا جاتا ہے کہ اسے ہوش نہیں رہتی کہ میں کتنی دفعہ درود پڑھوں۔ تو حالتیں مختلف ہیں اس لئے کوئی ایک پابندی نہیں ہے جس کو سارے اختیار کر سکیں۔ فرمایا ”کسی تعداد کی پابندی ضروری نہیں۔ اخلاص اور محبت اور حضور اور تضرع سے پڑھنا چاہئے“۔ جب بھی یاد آئے کہ درود ہونا چاہئے اور غم کے وقت اس کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔ پڑھو تو تضرع کے ساتھ دل کو حاضر کر کے ”اور اس وقت تک پڑھتے رہیں جب تک ایک حالت رقت اور بے خودی اور تاثر کی پیدا ہو جائے“۔ جب درود شروع ہو تو ضروری نہیں کہ دل میں فوری طور پر رقت پیدا ہو جائے لیکن فرمایا جب دُرود ایک دفعہ شروع کرو تو پھر پڑھتے رہو، پڑھتے رہو، یہاں تک کہ دل میں درود کا مضمون گھل جائے اور اس کے نتیجے میں پھر ایک رقت اور درد کی کیفیت پیدا ہو جائے وہ دُرود ہے جو سچا دُرود ہوگا۔ ”اور سینہ میں انشراح اور ذوق پایا جائے“۔ وہی درود انسان کی جزا بن جاتاہے سینہ کھل جاتا ہے ہر غم سے رہائی ملتی ہے، فکر سے نجات ملتی ہے اور ایک لطف آنا شروع ہو جاتاہے دُرود میں۔

نیز آپ نے فرمایا ”اس قدر پڑھا جائے کہ کیفیت صلوٰۃ سے دل مملو ہو جائے اور ایک انشراح اور لذت اور حیاتِ قلب پیدا ہو جائے“۔ (مکتوبات حصہ اول صفحہ ۲۶)۔ یہ دوسرے الفاظ میں وہی مضمون ہے جو میں ابھی بیان کر چکاہوں۔

بعض الہامات میں اب آپ کے سامنے رکھتاہوں جن میں درد کا مضمون اللہ تعالیٰ کے اپنے الفاظ میں بیان ہواہے۔ براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد نمبر۱ صفحہ ۲۶۷ پر یہ درج ہے۔ اب اس سے اندازہ کریں کہ کتنی آغاز کی یہ کتاب ہے دعوے سے بہت پہلے کی اور اس کتاب میں جو جلد اول ہے اس میں درود کا بکثرت ذکر ہے۔ الہام ہے ”وَاْمُرْبِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ. اَلصَّلٰوۃُ ھُوَ الْمُرَبِّی“۔ اس کا ترجمہ یہ درج ہے: ”نیک کاموں کی طرف راہنمائی کر اور برے کاموں سے روک اور محمد اور آل محمد ﷺ پر درود بھیج“۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل پر درود آغاز ہی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہامًا سکھایا گیا تھا۔ **”درود ہی تربیت کا ذریعہ ہے“۔**

اب دیکھیں یہ بھی ایک گہرا نکتہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سمجھا دیا گیا کہ تمہیں جب دنیا کا مربی بنایا جارہاہے اور حکم دیا جارہاہے کہ نیک کاموں کی تلقین کر اور برے کاموں سے روک تو اس کا گُر بھی تمہیں سکھا دیتے ہیں۔ گُر یہ ہے کہ درود کی طرف لوگوں کی توجہ مائل کر اور اگر دُرود پڑھنا آجائے جماعت کو یعنی تیری جماعت کو جو تُو بنائے گا تو وہ بہترین تربیت کا ذریعہ ہوگا۔

پس اس پہلو سے **آج ہمیں درُود پر اتنا زور دینا چاہئے کہ جس کثرت سے جماعت دنیا میں پھیل رہی ہے اسی کثرت سے درود پھیلے اور درود کی برکت سے پھر جماعت کو برکت ملے گی اور اس برکت میں سب سے بڑی ان کی تربیت کی برکت ہے**۔ تو درود سے فیض پاتے ہوئے ان کی نمازیں سنور جائیں گی ان کی عبادتیں نکھر جائیں گی ان کو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم کے ساتھ خدا سے ذاتی تعلق نصیب ہو جائے گا اور اس کے لئے یہ دُرود وسیلہ بنے گا۔ پس ان باتوں پر خوب غور کریں اور **جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ پھیل رہی ہے وہاں درُود کو پھیلانے پر بہت زور دینے کی ضرورت ہے۔**

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام **درود کی برکات کا ذاتی تجربہ** ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔ ”ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں ایک زمانے تک مجھے استغراق رہا“۔ یعنی لمبے عرصے تک جس کا ذکر نہیں کتنے سال تھے، آپ کی روح اسی بات میں غرق رہی آپ کی تمام تر توجہات اسی بات پر منصرف رہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر درود بھیجو، دن کو بھیجو، رات کو بھیجو، سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت درود بھیجتے رہو۔ چنانچہ سوائے درود بھیجنے کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس زمانے میں اور کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ ”کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں“۔ میں جانتا تھا کہ بہت باریک راہیں ہیں جن پر چل کر خدا ملتاہے ”بجز وسیلۂ نبی کریم کے مل نہیں سکتیں“۔ وہ دقیق راہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی وساطت کے بغیر آپ کے وسیلے کے بغیر، آپ کی پیروی کے بغیر کیسے مل سکتی ہیں پس اس وجہ سے میں نے بکثرت درود بھیجے۔ یعنی یہ آپ کے الفاظ میں درج نہیں میں آپ کی طرف سے بیان کر رہاہوں۔

فرماتے ہیں ”جیسا کہ خدا بھی فرماتاہے وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ“۔ اس کی طرف توجہ کرتے ہوئے وسیلہ چاہو۔ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ محمد رسول اللہ کا وسیلہ پکڑو اور محمد رسول اللہ کا وسیلہ پکڑنے کی خواہش ظاہر کرو اور اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا تو تمہیں وہ وسیلہ ملے گا۔ ”تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے“ یعنی ماشکی ”آئے ہیں اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راستے سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں ھٰذَا مَا صَلَّیْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ“۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اس بناء پر ہے جو تو نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر درود بھیجاہے۔ اب یہ بالکل صاف اور واضح عبارت ہے جتنے بھی نور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئے یہ درود کی برکت سے عطا ہوئے۔ یہ بالکل واضح بات ہے مگر یہ کیا مطلب ہے کہ ایک بیرونی رستے سے ایک اندرونی رستے سے۔

دو ماشکی آئے ہیں، دو سقے آئے ہیں اکٹھے بھی آسکتے تھے مگر ایک بیرونی راستے سے اور ایک اندرونی راستے سے یہ بہت گہری حکمت کی بات ہے۔ مراد یہ ہے کہ میرا ظاہر و باطن محمدؐ رسول اللہ پر درود بھیج رہا ہے۔ اس لئے تمہاری زبان کا درود کسی کام نہیں آئے گا۔ اگر محض زبان سے درود بھیجو گے تو نہ باہر کے رستے سے کوئی نور کی مشکیں لے کر آئے گا نہ اندر کے رستے سے آئے گا۔ مگر **اگر ظاہر و باطن ایک ہو جائے اگر ظاہراً بھی درود پڑھ رہے ہو اور دل کا گوشہ گوشہ اس درود میں تمہارا شامل حال ہو جائے تب تم دیکھو گے کہ اللہ کے فرشتے نور کی مشکیں لئے باہر سے بھی آئیں گے اور اندر سے بھی آئیں گے**۔ اور ان نور کی مشکوں کے نتیجے میں آپ کی کیا کیفیت ہوگی۔ اس کا تفصیلی ذکر بعض دوسری روایات میں ملتاہے جو میں نے اس لئے چھوڑ دیاہے کہ اس سے پھر آگے پیچ در پیچ مضمون نکلتے ہیں جن پر روشنی ڈالنے کے لئے وقت چاہئے۔

اب اپنا ایک نشان نزول المسیح میں آپ یہ درج فرماتے ہیں، نشان نمبر ۷۷ تاریخ ۱۸۸۰ء۔ اب ۸۲ء میں ماموریت کا آپ نے دعویٰ کیاہے۔ ۸۹ء میں جماعت کی بنیاد ڈالی ہے اور یہ ۱۸۸۰ء کی بات ہے جو آپ نے درج کی ہے۔ ”ایک مرتبہ میں ایسا سخت بیمار ہوا کہ میرا آخری وقت سمجھ کر مجھ کو مسنون طریقے سے تین دفعہ سورۃ یٰسین سنائی گئی“۔ اب یہ عام طریقہ رائج ہے کہ جو مر رہا ہو اس کو سورۃ یٰسین سناؤ۔ موت سے ایسا تعلق جوڑ دیاہے لوگوں نے کہ بعض لوگ ڈرتے ہوئے سورۃ یٰسین پڑھتے ہی نہیں۔ پہلی سورۃ پڑھ کے اگلی سورۃ پہ چلے جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ سورۃ یٰسین آئی اور موت آئی۔ یہ محض جہالت کی باتیں ہیں۔ سورۃ یٰسین تو زندہ کرنے کے لئے آتی ہے مارنے کے لئے نہیں آتی مگر بہرحال سورۃ یٰسین کا رواج چل آرہاہے مسلمانوں میں کہ جب سمجھتے ہیں کہ اب یہ گیا تو سورۃ یٰسین پڑھ دیتے ہیں۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوپر کہتے ہیں تین دفعہ سورۃ یٰسین پڑھی گئی، انتظار کر رہے ہوں گے کہ اب جان جائے، اب جان جائے۔ ایک دفعہ یٰسین سے نہیں گئی دوسری دفعہ نہیں گئی، تیسری دفعہ نہیں گئی تو تین دفعہ پڑھی جا چکی۔ ”بعض عزیز دیواروں کے پیچھے روتے تھے“۔ مسیح موعود علیہ السلام کو آواز آرہی تھی اس وجہ سے وہ پیچھے چھپ کے روتے تھے کہ ان کو صدمہ ہو کر مایوسی نہ ہو جائے۔ ”تب اللہ تعالیٰ نے الہامًا مجھے یہ دعا سکھلائی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ“۔ پاک ہے وہ اللہ ہر برائی سے پاک ہے و بحمدہ لیکن پاک ہی نہیں تمام صفات سے بھی مرصع ہے، تمام صفات حسنہ سے بھی مرصع ہے تو اس جملے میں خدا تعالیٰ کا سب کچھ بیان ہو گیا۔ اسی لئے آنحضور ﷺ نے فرمایاہے کہ دو کلمات ہیں جو خدا کو دیکھنے میں ہلکے، زبان پر ہلکے لیکن بہت وزنی ہیں۔ ان کلمات کا بھی آپؐ نے ذکر فرمایا ہے۔ باقی انشاء اللہ دو تین روایتیں رہتی ہیں وہ اگلے خطبے میں پیش کروں گا کیونکہ اب میں نے دیکھاہے کہ وقت ہو چکاہے۔

بقیہ:خطاب حضور انور لجنہ
جلسہ سالانہ جرمنی از صفحہ نمبر ۴

علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم اس میں سے کھانے لگے تو میں کبھی ادھر ہاتھ مارتا تھا کبھی ادھر مارتا تھا۔ یعنی اسی پیالے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے عقراش کے ساتھ کھانا کھایا۔ وہ کہتے ہیں میں اِدھر اُدھر ہاتھ مار رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا یہ ایک ہی قسم کا کھانا ہے، حرص نہ کرو۔ جو سامنے سے ہے اسی سے کھاؤ۔ پھر کہتے ہیں ہمارے سامنے ایک طشت لایا گیا جس میں مختلف قسم کی کھجور اور ڈوکے وغیرہ تھے۔ تو میں سامنے سے کھانے لگا۔ اب یہ دیکھیں کیسا لطیف مضمون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حکمت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس وقت کیا کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کبھی اِدھر سے چنتے تھے اور کبھی اُدھر سے چنتے تھے اور اپنی مرضی کی نرم کھجوریں اور پسندیدہ کھجوریں چن چن کر کھانے لگے۔ عکراشؓ اب حیرت سے دیکھ رہے تھے ابھی تو مجھے روکا تھا کہ سامنے سے کھانا ہے اِدھر اُدھر ہاتھ نہ مارو، اب ہر طرف ہاتھ مار رہے ہیں اور کھجوریں چن رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس بات کو پہچان گئے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کھجور مختلف قسموں سے ہیں اور وہ جو کھانا میں نے کہا تھا ثرید، وہ ایک ہی قسم کا تھا، اُس میں ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے سامنے سے کھاؤ۔ خواہ مخواہ دوسری جگہ ہاتھ نہ مارو۔ اور جو دوسرا کھانے والا ہے اس کو بھی چین سے کھانے دو۔ لیکن کھجوروں میں چونکہ تقسیم ہے، فرق ہے۔ اس لئے اس فرق کے مطابق اور اپنے مزاج کے مطابق چننی چاہئیں۔ یہ بد تمیزی نہیں ہے بلکہ یہ بے تکلفی کا ایک صحیح انداز ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طبیعت میں ادنیٰ بھی تکلف نہیں تھا۔ پھر آپؐ نے پانی منگوایا، اس سے اپنا ہاتھ دھویا۔ گیلا ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرا۔ اور اس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز جو ہو اس کے ساتھ ہاتھ دھونا اور منہ صاف کرنا ضروری ہوا کرتا ہے۔ (ترمذی ابواب الاطعمہ باب ما جاء فی التسمیۃ علی الطعام)۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ عام پھل یا کھجوریں وغیرہ اگر ہاتھ گندے نہ ہوں یعنی ان سے چیچپے نہ ہوں تو اس کھانے سے دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض لوگ چمچے سے کھانا اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن آگ پر پکا ہوا کھانا جو ہے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا یہ طریق تھا کہ اس پر منہ کو صاف کرنا چاہئے۔ اور ہاتھ بھی دھونے چاہئیں۔

بعض دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم قناعت کا ایک اور مضمون بھی لوگوں کو سمجھایا کرتے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ جن لوگوں کو نہیں دیتے تھے وہ قناعت کریں۔ اور آپؐ کا نہ دینا محبت کے نتیجے میں ہوا کرتا تھا۔ اس لئے اپنے بچوں کو یہ مضمون بھی ضرور سکھائیں۔ بعض دفعہ آپ ان کو نہیں دیتیں تو ان کی محبت کی وجہ سے نہیں دیتیں۔

عمر بن تغلبؓ کے متعلق یہ روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک موقع پر مال غنیمت تقسیم کئے اور بکثرت لوگوں کو دئے اور مجھے کچھ نہیں دیا۔ میرے دل میں یہ گمان گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو شاید مجھ سے پیار نہیں ہے۔ باقیوں سے پیار ہے۔ ان کو دے دیا اور مجھے نہیں دیا۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا سنو! میں نے تمہیں اس لئے نہیں دیا کہ مجھے تم سے پیار ہے اور میں جانتا ہوں کہ تمہیں بھی مجھ سے پیار ہے۔ تم میرے نہ دینے پر بھی راضی رہو گے۔ اور اس کے نتیجہ میں جو مجھے تم سے محبت ہوتی ہے وہ تمہارے لئے بہت کافی ہوگی۔ وہ راوی بیان کرتے ہیں کہ ساری زندگی مجھے کبھی کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اس موقعہ پر نہ دینے کے نتیجے میں ہوئی۔ کیونکہ یہ نہ دینا محبت کے نتیجہ میں تھا۔ (بخاری کتاب الجمعۃ باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء اما بعد)۔ **پس اپنے بچوں کی تربیت میں اس بات کو بھی داخل کریں کہ آپ کا ان کو کچھ نہ دینا اگر ان کی محبت کی وجہ سے ہے اور ان کو یہ احساس ہو تو پھر وہ ہمیشہ خوش رہیں گے۔ کبھی بھی آپ سے ناراض نہیں ہونگے۔**

اب آخر پر میں ایک چھوٹا سا واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قناعت کا یہ عالم تھا کہ ایک موقع پر اپنے والد کو جو چاہتے تھے کہ دنیا کی ملازمت کریں اور کمائیں اور اچھی طرح زندگی بسر کریں۔ آپ نے اپنے والد کی خدمت میں عرض کی۔ میں کوئی نوکری نہیں کرنا چاہتا۔ دو جوڑے کھدر کے کپڑوں کے بنا دیا کرو۔ اور روٹی جیسی بھی ہو بھیج دیا کرو میرے لئے بہت کافی ہے۔ (حیاۃ النبی جلد اول نمبر دوم صفحہ ۱۸۵) اپنے باپ کی زندگی کی دعائیں کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ان کو لمبی زندگی عطا فرمائے۔ ساری عمر کے لئے اپنے لئے اس بات پر راضی ہو گئے کہ میں دین کے کام کروں اور دنیا کمانے سے مستغنی ہو جاؤں اور تمام عمر کے لئے اس بات پر راضی ہو گئے کہ دو روٹیاں مل جائیں یا ایک روٹی مل جائے اور کھدر کے دو جوڑے میرے لئے یہ بہت کافی ہے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ آپ اپنی زندگیوں میں اس قناعت کو اختیار کریں گی جس کو قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اور جس کے پاک نمونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دکھائے اور جن کا یہ نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی دکھایا کہ والد کی زندگی کی اتنی تمنا تھی کہ جس دن الہام ہوا کہ رات کو کچھ ہونے والا ہے آپؑ کو شدید غم لگ گیا۔ اور چاہتے تھے کہ گویا وہ کبھی بھی نہ فوت ہوں میری زندگی میں۔ ساری زندگی کے لئے یہ قناعت کا نمونہ ہے۔ اس بات پر راضی تھے کہ کھدر کے دو جوڑوں میں گزارہ کریں۔ جو کچھ مل جائے، گھر سے آجائے بس وہی کافی ہے۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہماری خواتین، احمدی خواتین آج کی دنیا میں اس مضمون کو زندہ کریں گی۔ اپنے اعمال سے اور اپنے بچوں کی تربیت کے ذریعے۔ اگر آپ ایسا کر سکیں تو آئندہ صدیوں کی تربیت کا سہرا آپ کے سر رہے گا۔ اور وہ جو بھی نیکیاں اس وجہ سے اختیار کریں گے کہ آپ نے اپنے بچوں کی اچھی تربیت کی تھی اور انہوں نے یہ پیغام آگے پہنچایا تھا اس کا ثواب آپ کو ہمیشہ ملتا رہے گا۔ اور یہ قناعت کی آخری بات ہے جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ قناعت کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کا انعام آپ کے مرنے کے بعد بھی آئندہ نسلوں تک آپ کو پہنچتا رہے گا اور یہ بھی ان معنوں میں بھی قناعت کا لفظ ہے کہ قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہماری احمدی خواتین کو یہ توفیق عطا فرمائے اور احمدی بچیوں کو بھی وہ مضمون براہ راست سن کر اچھی طرح سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

اس کے بعد چونکہ مجھے دوسرے خطابات بھی کرنے ہیں اور مردوں میں بھی اب جانا ہے، وہاں نماز اور پھر نماز کے بعد ایک نکاح بھی ہوگا۔ اور نماز سے پہلے بچوں کی ایک مارچ پاسٹ بھی رکھی ہوئی ہے۔ مجھے تو اس قسم کی مارچ پاسٹیں پسند نہیں کہ بچے باقاعدہ سلیوٹ کرتے ہوئے گزر رہے ہوں، وقفِ نو کے بچے۔ لیکن امیر صاحب کا دل چاہ رہا تھا یہ ہو تو میں نے کہا امیر صاحب کی خواہش کو رد کر دوں تو اچھی بات نہیں تو اس لئے یہ بات میں نے منظور کر لی ہے کہ ابھی جاؤں گا کچھ دیر تک اور ایک بجے میرا وہاں پہنچنا بیان کیا گیا ہے کہ ضروری ہوگا یا کافی ہو جائے گا۔ نماز سے پہلے مارچ پاسٹ ہو جائے گی۔ اور نماز کے بعد ایک نکاح کا اعلان ہوگا۔ وہ نکاح افسر صاحب جلسہ کی بچی کا ہے۔ میں نے منع کیا ہوا تھا کہ جلسوں پر اب نکاح نہ کئے جایا کریں۔ یہ ایک قسم کا دکھاوے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اور آئندہ سے جلسوں پر نکاحوں کو روک دیا گیا۔ مگر چونکہ افسر صاحب جلسہ کا ایک خاص حق ہے کہ جلسے کا سارا انتظام کرتے ہیں۔ اسلئے انہوں نے خواہش کی تھی کہ اس دفعہ میری بچی کے نکاح میں شامل ہو جائیں اور سارے اہل جلسہ بھی اس میں شامل ہو جائیں۔ تو میں نے اس دفعہ ان کی یہ درخواست منظور کر لی ہے۔ آئندہ کے لئے نہیں۔ ایک دفعہ اور صرف افسر جلسہ کی ہو گی۔ باقی آئندہ کسی کو افسر جلسہ بننے کی توفیق ملی تو دیکھی جائے گی۔ اس وقت تو آج یہ نکاح ان کی بچی کا پڑھا جائیگا۔ اور میں بھی اس میں شامل ہونگا۔ اس کے ساتھ اب میں خاموش دعا کرواتا ہوں، میرے ساتھ شامل ہو جائیں......

ضروری اعلان

۱۴ر ستمبر ۱۹۹۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرنچ زبان کے پروگرام سوال و جواب کے دوران ایک دوست کے سوال پر کہ Psychokinesis کو سائنس دان نہیں مانتے، حضور نے جو جواب ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض سائنس دان نہیں مانتے مگر دوسرے سائنس دان مانتے ہیں۔ یہ ایک سائنٹفک حقیقت ہے تاہم احمدی سائنس دانوں کو چاہئے کہ خود اس پر تجربات کریں اور سائنٹفک بنیادوں پر اس کو ثابت کریں۔

Psychokinesis سے مراد ہے کہ ذہنی و نفسیاتی طاقت (Energy) سے مادہ (Matter) کو متاثر کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ذہنی توجہ سے اور ذہن کی طاقت سے بغیر مادی طاقت استعمال کئے ٹھوس مادی چیزوں میں حرکت پیدا کی جا سکتی ہے، ان کو توڑا جا سکتا ہے یا ان کی شکل تبدیل کی جا سکتی ہے۔ وغیرہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس علم کو تسلیم کیا ہے اور الہامی بنیاد پر اس کا نام عمل الترب رکھا ہے (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۵۹)۔ بعض احمدی احباب Psychokinesis کا مشاہدہ کر چکے ہیں اور بعض خود صاحب تجربہ ہیں۔ اعلان ھذا کے ذریعہ تمام احمدی احباب خصوصاً سائنس دانوں اور دلچسپی و تجربہ رکھنے والے دوستوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ اپنے سابقہ مشاہدات اور تجربات خاکسار کو بھجوائیں۔ نیز احمدی ماہرین اور سائنس دان اس سلسلہ میں مزید تجربات کریں۔ اس کا ریکارڈ رکھیں اور خاکسار کو بھجوائیں۔

اس سلسلہ میں یہ بات احباب کی دلچسپی کا موجب ہو گی کہ اس وقت دنیا بھر میں Psychokinesis میں صرف ماہرین نفسیات ہی نہیں ماہرین نباتات اور ماہرین طبیعات بھی بڑے انہماک سے دلچسپی لے رہے ہیں۔ مرکز میں متعلقہ معلومات "ادارہ تحقیق عمل الترب" جمع کر رہا ہے۔

(وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ۔ برائے "ادارہ تحقیق عمل الترب")

فرانکفورٹ میں خواتین اور بچیوں کے پاکستانی و انڈین، سلے اور اَن سلے سوٹوں کی جدید ترین ورائٹی کا مرکز
BB Bela Boutique بیلہ بوتیک
☆ موسم گرما کے لئے سٹیپل، کاٹن، لیلن، واش اینڈ ویئر اور لان
☆ عروسی ملبوسات میں غرارہ، لہنگا، راجستھانی فراک کے علاوہ شلوار، کرتا اور پشواش کی ورائٹی
☆ گرمیوں کی زنانہ سینڈل اور چپلیں، چوڑیاں، میچنگ جیولری۔ ہر طرح کے زنانہ لباس کی سلائی کا انتظام
☆ ہول سیل کی سہولت
Tel: 069/24279400 - 01702128820
Kaiserstr 64, Frankfurt a. M. (دوکان نمبر ۲۹۔ ہمراہ رائل جیولرز)

TOWNHEAD PHARMACY
31 Townhead Kirkintilloch
Glasgow G66 1NG
FOR ALL YOUR
PHARMAECUTICALS NEEDS
Tel: 0141-211-8257
Fax: 0141-211-8258

مکتوب آسٹریلیا

(چوہدری خالد سیف اللہ خان آسٹریلیا)

آسٹریلیا کے تنہا اور اداس مردوں اور عورتوں کی تعداد میں معتدبہ اضافہ

آسٹریلیا کی Monash University کے ایک حالیہ سروے کے مطابق یہاں کا معاشرہ ایک سماجی انقلاب کے دور میں سے گزر رہا ہے۔ جسے انہوں نے "Home Alone Revolution" یعنی "گھر کی تنہائی کا انقلاب" کا نام دیا ہے۔ اب تیس اور چالیس سال کے درمیانی عمر کے جوان مردوں اور عورتوں میں سے نصف ایسے ہیں جو شادی کی ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ عمر کے اس حصہ کے دس فیصد افراد ڈی فیکٹو میاں بیوی کے طور پر رہتے ہیں ان کو بھی شامل کر کے بقیہ ۴۰ فیصد افراد اداس تنہائی میں بسر کرتے ہیں۔ ۱۹۸۶ء اور ۱۹۹۶ء کے درمیان شادی کرنے والے افراد کی تعداد میں ۱۳ فیصد کمی واقع ہوئی ہے۔

دس سال پہلے تیس اور چونتیس سال کی عمر کی مستورات میں ۸۸ فیصد ایسی تھیں جنہوں نے ایک بار کبھی شادی کی تھی خواہ بعد میں علیحدگی ہو گئی ہو لیکن اب یہ تعداد گر کر ۷۷ فیصد ہو گئی ہے۔ آجکل ۲۵ تا ۲۹ سال کی عمر کی عورتوں میں سے ۵۵ فیصد ایسی ہیں جو بغیر خاوند یا پارٹنر کے زندگی بسر کر رہی ہیں۔ غیر شادی شدہ عورتوں کے ہاں بچوں کی پیدائش میں گزشتہ دس سال میں ۷۰ فیصد اضافہ ہوا ہے۔

یونیورسٹی کے تجزیہ نگار کہتے ہیں کہ اکثر نوجوانوں کی آمد اتنی نہیں ہوتی کہ وہ لڑکیوں کی توجہ کو جذب کر سکیں۔ چنانچہ ۱۵۶۰۰ ڈالر سالانہ کمانے والے مرد جو ۳۰ اور ۳۴ سال کی عمروں کے درمیان ہیں ان میں سے ۵۰ فیصد شادی یا بغیر شادی کے اکٹھے رہ رہے ہیں جبکہ اسی عمر کے وہ مرد جو ۵۲۰۰۰ ہزار ڈالر سالانہ سے زیادہ کماتے ہیں ۷۶ فیصد کسی نہ کسی طرح اکٹھے رہ رہے ہیں۔ لہذا جن کی آمد تھوڑی ہے ان کے عمر بھر کنوارہ رہنے کا امکان بہت زیادہ ہے۔ دوسری طرف جو عورتیں زیادہ پڑھی لکھی ہیں اور صاحب پوزیشن ہیں وہ کسی کو خاوند تسلیم کر کے جونیئر حیثیت میں نہیں آنا چاہتیں۔ ان کے پاس اتنی فرصت ہی نہیں کہ اہلی ذمہ داریاں ادا کر سکیں۔ اس لئے وہ اکیلی آزادانہ زندگی بسر کرنا چاہتی ہیں۔ (سڈنی ہیرلڈ ۸۹۔۱۰۔۹)

خاندان، معاشرہ کی تعمیر کے لئے بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ خوشحالی اور مطمئن معاشرہ خوشحال گھرانوں کا محتاج ہے۔ جیسی اینٹیں ہونگی ویسی ہی عمارت بنے گی۔ اللہ تعالیٰ نے شادی کا نظام اس بنیادی اینٹ کی مضبوطی کے لئے یعنی اس کو جسمانی اخلاقی اور روحانی آفتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے قائم فرمایا تھا۔ مگر اس سے پہلو تہی کی جا رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گھروں کا امن و سکون روایتی خاندان اور گھرانوں کے قائم رکھنے میں ہی ہے۔ یہ مسائل اب ہر مشرقی و مغربی معاشرہ میں بڑی تکلیف دہ صورت میں سر اٹھا رہے ہیں۔ نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ مونیشن یونیورسٹی کا تجزیہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔

بقیہ: ظفر علی خان اور احمدیت از صفحہ ۱۲

پانیوں کو پھلانگتی ہوئی سرزمین یورپ پر اپنا سایہ دراز کر چکی ہیں۔ اور دنیا کے بڑے بڑے ڈاکٹر، پروفیسر اور فلاسفر اسکے حصار عافیت میں اخروی سلامتی ڈھونڈ رہے ہیں۔

مولوی ظفر علی خاں لکھتے ہیں :

"یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے۔ اس کی شاخیں ایک طرف چین اور دوسری طرف یورپ میں پھیلتی نظر آتی ہیں اور آج میری حیرت زدہ نگاہیں بحسرت دیکھ رہی ہیں کہ بڑے بڑے گریجوئیٹ اور وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر جو کانٹ اور ڈیکانٹ اور ہیگل کے فلسفہ کو خاطر میں نہ لاتے تھے، غلام احمد قادیانی کی خرافاتِ واہیہ پر اندھا دھند آنکھیں بند کر کے ایمان لے آتے ہیں"۔

(زمیندار ۲/اکتوبر ۱۹۳۲ء)

اگر آج مولانا ظفر علی خاں زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی شعلہ بداماں خونیں تحریکیں جن کی پشت پناہی وقت کے بڑے بڑے زبردست طاقتور اور سرمایہ دار مضبوط کرسیوں والے حکمران کر رہے تھے مگر ان کی تمام تر منصوبہ بندیوں اور ستم کاریوں کے باوجود احمدیت کا شجرۂ طیبہ ۱۶۰ ملکوں تک اپنی گھنیری چھاؤں پھیلا چکا ہے۔ اور اب ہر سال اس کو لاکھوں فرزندان آدم بشرحِ صدر عظیم صداقت مان کر اس کے حلقہ بگوشِ عقیدت ہو رہے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے ارباب سیاست اور حکومتوں کے اساطین بھی شامل ہیں۔

اے کاش! احمدیت کے معاندین ان عبرت انگیز تاریخی حقائق سے سبق سیکھیں اور انہیں معلوم ہو جائے کہ جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں۔

بقیہ: علامہ اقبل کی علمی و سیاسی لغزشیں از صفحہ ۱۳

(نوٹ: سر فضل حسین اپنی مخلصانہ کاوشوں کے سبب مسلمانوں کے "اورنگ زیب" مشہور تھے۔)

ایک اور مکتوب میں سر فضل حسین انکشاف فرماتے ہیں :

"اقبال مسلمانوں کے اتحاد اور یک جہتی کو اندر سے توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں"۔

(سر فضل حسین کے انگریزی خطوط مرتبہ وحید احمد)

پنجاب کی ۱۷۵ نشستوں میں سے مسلم نشستیں ۸۹ تھیں۔ اقلیتوں کے لئے خصوصی مراعات کے پیش نظر احمدیوں کو الگ اقلیت قرار دے دیا جاتا تو انہیں ایک نشست تو ملنی تھی۔ اگر صرف ایک کا اور اضافہ ہو جاتا تو مسلم نشستیں ۸۷ رہ جاتیں اور غیر مسلم سیٹیں ۸۸ ہو جاتیں۔ مسلم اکثریت، اقلیت میں بدل جاتی۔ یہی کانگریس اور احرار کی تمنا تھی۔ سر اقبال کی یہ بھی ایک بڑی لغزش تھی کہ انہوں نے اپنا وزن احرار کے پلڑے میں ڈال دیا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ علامہ کا مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا اور اس وقت پنجاب کی مسلم سیاست تباہ ہونے سے بچ گئی۔

بقیہ: مختصرات از صفحہ نمبر ۹

بنصرہ العزیز کے ساتھ اردو بولنے والے احباب کی ملاقات کا پروگرام دوبارہ نشر کیا گیا جو ۱۸/اگست ۱۹۹۵ء کو پہلی بار ریکارڈ اور براڈکاسٹ ہوا تھا۔ مختصر کارروائی درج ذیل ہے :

☆...... آنحضرت ﷺ کا مقام حضرت موسیٰؑ سے بہت بلند تھا اور آپ کے پاس حضرت جبرائیل وحی لاتے تھے اور حضرت موسیٰؑ کے بارے میں قرآن مجید میں "وَکَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰی تَکْلِیْمًا" فرمایا ہے۔ حضور انور سے تشریح کی التماس ہے۔ حضور انور نے اس کا تفصیلی جواب ارشاد فرمایا۔

☆...... صلوٰۃ الوسطیٰ سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب بھی حضور انور نے وضاحت سے ارشاد فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا کہ اس سے مراد صلوٰۃ مابین الصلوٰۃ نہیں بلکہ اس صلوٰۃ کی تعریف مراد ہے یعنی کسی کے لئے صبح کی نماز، کسی کے لئے دفتر کے اوقات کے درمیان کی نماز اور طالبعلموں کے لئے کلاسوں کے دوران آنے والی نماز صلوٰۃ وسطیٰ ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہر ایسی نماز جو خصوصیت کے ساتھ انسان کی دوسری خواہشات اور آزمائش میں گھری ہوئی ہو وہ اس کے لئے صلوٰۃ وسطیٰ ہے۔

☆...... کئی لوگ سورۃ المُزَمِّل اور سورۃ المُدَثِّر وغیرہ قرآنی آیات کو کثرت سے پڑھتے ہیں اور وظائف کا ورد کرتے ہیں یہ کہاں تک فائدہ مند ہیں؟۔ حضور انور نے فرمایا کہ ان آیات کو ان کے مضامین میں ڈوب کر پڑھنا اور بات ہے اور ویسے منہ سے تکرار کرتے جانا بالکل اور چیز ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایسے وظائف نہیں تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن مجید سے محبت کرو اور اس میں ڈوب کر اس کے معانی پر غور کرو۔ ورنہ صرف لفظوں کی تکرار اور گنتی بے معنی ہے۔

☆...... خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے آسان طریق کیا ہے؟ حضور نے فرمایا "دعا"۔

ان کے علاوہ درج ذیل سوالات بھی پوچھے گئے۔ ☆...... تمام مذاہب صلح، آشتی اور امن کا پیغام دیتے ہیں لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ سب سے زیادہ خون مذہب کے نام پر بہایا گیا؟ حضور نے فرمایا یہ درست نہیں۔ ☆...... سورۃ مریم آیت ۱۷ میں حضرت مریم کے مشرق کی طرف جانے کا ذکر ملتا ہے۔ مسیح کی آمد ثانی کے متعلق بھی دمشق سے مشرق کی طرف آنے کی پیشگوئی ہے۔ کیا اس میں کوئی مماثلت ہے؟

بدھ، ۷/اپریل ۱۹۹۹ء :

آج حضور انور کے ساتھ یکم ستمبر ۱۹۹۵ء کو اردو بولنے والے احباب کے ساتھ ملاقات کا پروگرام دوبارہ نشر کیا گیا۔ مختصر کارروائی درج ذیل ہے /

☆...... سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۳۵ وَمَا جَعَلْنٰهَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ کو حضرت عیسیٰ کی وفات کے سلسلے میں کس طرح پیش کرنا چاہئے۔ اور کیا طریق استدلال ہونا چاہئے؟ حضور انور نے تفصیل سے اس کا جواب ارشاد فرمایا۔

☆...... لڑکیاں کس قسم کا پروفیشن اختیار کریں۔ اس سلسلے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ خدمت کے مواقع کو ترجیح دینی چاہئے۔ جہاں پبلک Exposure ہو وہاں نہ جائیں۔ مثلاً لیڈی ڈاکٹر کا Public Exposure نہیں ہے کیونکہ وہاں تو موت کا سامنا ہوتا ہے اور خوف خدا غالب رہتا ہے۔ لیکن احمدی لیڈی ڈاکٹرز کو Socialisation سے الگ رہنا چاہئے۔

تعلیم و تدریس (Teaching) بھی ایک معزز پیشہ ہے۔ احمدی لڑکیاں وکیل بھی بن سکتی ہیں کیونکہ وکالت کے ماحول میں احترام کے ساتھ کام ہو رہا ہوتا ہے۔ ریسرچ کے میدان میں بھی احمدی خواتین کام کر سکتی ہیں لیکن Secretarial ملازمتوں کو حضور نے ناپسند فرمایا۔ حضور نے مزید فرمایا کہ عورت کا علم حاصل کرنا اولیت کا حکم رکھتا ہے کیونکہ علم کے بغیر عورت کی شخصیت نہیں بنتی۔

مندرجہ ذیل سوالات بھی کئے گئے : ☆...... کیا حضرت لقمان کا تعلق افریقہ سے تھا؟ ☆...... منن الرحمٰن میں تحریر ہے کہ عربی نہ صرف ام الالسنہ بلکہ الٰہی زبان ہے؟ ☆...... شہیدوں کو مردہ کس لئے نہیں کہنا چاہئے؟ ☆...... بعض سورتوں میں بعض آیات مثلاً فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَان اور وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ۔ کی تکرار میں کیا حکمت ہے؟ ☆...... ایک حدیث میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس امت کے شروع میں میں اور آخر پر مسیح موعود ہوگا وہ کیسے ہلاک ہو سکتی ہے؟

جمعرات، ۸/اپریل ۱۹۹۹ء : آج ہومیو پیتھی کلاس نمبر ۲۱ جو ۲۰/جون ۱۹۹۴ء کو حضور انور کے ساتھ ریکارڈ اور براڈکاسٹ ہوئی تھی دوبارہ دکھائی گئی۔

جمعۃ المبارک، ۹/اپریل ۱۹۹۹ء :

آج فرنچ بولنے والے احباب کے ساتھ مکرم عطاء المجیب راشد صاحب کا ایک پروگرام دوبارہ نشر کیا گیا جو ۱۰/اکتوبر ۱۹۹۷ء کو ریکارڈ کیا گیا تھا۔

(مرتبہ: امتہ المجید چوہدری)

جماعت احمدیہ کے معانداور برصغیر کے ایک معروف اخبار "زمیندار" کے ایڈیٹر

ظفر علی خاں اور احمدیت

چند تاریخی حقائق و واقعات

گاہے گاہے بازخواں ایں قصۂ پارینہ را

بشیر احمد زاہد

چوتھی و آخری قسط

قیام پاکستان کے بعد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، امام جماعت احمدیہ نے "پاکستان اور اس کا روشن مستقبل" کے موضوع پر لاہور میں چند لیکچرز دیئے تھے۔ روزنامہ "زمیندار" نے ان میں سے دو لیکچروں کی رپورٹنگ کی تھی جو درج ذیل ہے :

"پاکستان کو جزائر سنگلدیپ اور مالا دیپ کا مطالبہ کرنا چاہئے جو کراچی سے چٹاگانگ جانے والے بحری راستے ہیں اور جن کی آبادی نوے فیصدی مسلمان ہیں"۔ (زمیندار ۴/دسمبر ۱۹۴۷ء)

پھر لکھتا ہے :

"بیرونی سلطنتوں خصوصاً امریکہ سے قرضہ لینا ہماری آزادی کے لئے زبردست خطرے کا باعث ہوگا۔ لہذا اس کا علاج صرف یہ ہے کہ بیرونی کمپنیوں کو پاکستان میں سرمایہ لگانے کی مشروط اجازت دی جائے۔ ان فرموں کو چالیس فی صد حصے دیئے جائیں اور چالیس فیصدی حصہ حکومت پاکستان لے۔ باقی بیس فیصد حصوں کے مالک پاکستان کے عوام ہوں۔ اس سلسلے میں فرموں سے یہ شرط کی جائے کہ وہ ہمارے حصہ دار کو ساتھ ساتھ ٹریننگ دیں"۔

(زمیندار ۱۰/دسمبر ۱۹۴۷ء)

غور فرمایئے کہ اگر پاکستان کی کوئی حکومت بھی حضور کی اس تجویز پر عمل کر لیتی تو آج پاکستان کو ان قرضوں کی وجہ سے امریکہ کی جو منتیں کرنی پڑتی ہیں وہ اس سے کب کا بچ کر جو چاہتا کرتا۔ مگر آہ! قومی خزانوں پر عیش کرنے والوں نے کب اس کی طرف دھیان دیا جو آج رو رہے ہیں۔

موضوع کے لحاظ سے حضور کے یہ لیکچرز تعمیر پاکستان کے لئے بہت اہم کردار کا موجب بن سکتے ہیں۔ اس لئے میں اصل موضوع سے ہٹ کر ان کی جو رپورٹنگ اخباروں نے کی درج ذیل کر دیتا ہوں۔ فرمایا :

"لوہا کے علاوہ پاکستان کے پاس تمام معدنیات موجود ہیں۔ جن سے پاکستان اپنی ضروریات بوجوہ احسن پوری کر سکتا ہے۔ اگر کوشش کی جائے تو بلوچستان میں اتنا پٹرول مل سکتا ہے کہ وہ آبادان کو بھی مات کر دے گا۔ اسی طرح کوئلہ کی کانوں کے لئے جستجو اور تلاش جاری رکھی جائے تو پاکستان اپنی جملہ ضروریات کا خود کفیل ہو جائے گا"۔

(نوائے وقت ۴/دسمبر ۱۹۴۷ء)

"شاہ پور، جھنگ، مظفر گڑھ کے اضلاع اور شمال مغربی صوبہ سرحد کے چند اضلاع اور سندھ کا تمام صوبہ موجودہ ترقی یافتہ طریقوں پر بہت جلد پاکستان کی زراعتی دولت میں اضافے کا سبب بن سکتے ہیں"۔ (سفینہ ۴/دسمبر ۱۹۴۷ء)

"وہ لوگ جو سرحد کے ساتھ ساتھ بستے ہیں انہیں فوری طور پر مسلح کر دیا جائے اور انہیں فوجی اسلحہ کی تربیت دی جائے"۔

(ایسٹرن ٹائمز ۴/دسمبر ۱۹۴۷ء)

"مادری زبان میں تعلیم دی جائے۔ اس سلسلے میں مشرقی پاکستان پر زور نہ دیا جائے ورنہ وہ پاکستان سے علیحدہ ہو جائے گا۔ کیونکہ وہاں کے باشندوں کو بنگالی سے ایک قسم کا عشق ہے"۔

(الفضل ۴/دسمبر ۱۹۴۷ء)

"عرب ممالک سے زیادہ سے زیادہ دوستانہ تعلقات قائم کرنے چاہئیں۔ عراق اور شام کے ساتھ ریل کے ذریعے پاکستان کا اتصال قائم کرنا ضروری ہے تاکہ ضرورت پر ان ممالک کے ذریعے سامان آسکے۔

برما اور سیلون کے مخصوص ملکی حالات اس قسم کے ہیں کہ ان کے ساتھ بہت آسانی سے گہرے سیاسی تعلقات قائم کئے جا سکتے ہیں۔ اور یہ تعلقات مشرقی پاکستان کی مدد کے لئے بالخصوص بہت اہمیت رکھتے ہیں"۔

(الفضل ۱۱/جنوری ۱۹۴۷ء)

☆......☆......☆

مولوی ظفر علی خان کی بیماری کی بابت ان کے صحافتی شاگرد شورش کاشمیری لکھتے ہیں :

"مولانا ظفر علی خان علیہ الرحمۃ میرے صحافتی استاد تھے۔ آخری عمر میں سال ڈیڑھ سال ایک احمق طبیب کے کشتہ سے سخت بیمار ہوئے۔ تو پھر موت تک سنبھالا نہ لے سکے۔ مولانا بستر مرگ پر مری میں تھے کہ میرزا بشیر الدین محمود کے ایماء پر قادیانیوں کا ایک وفد مولانا سے ملا۔ مولانا کلام کرنے سے معذور تھے۔ وفد نے میرزا صاحب کی طرف سے مولانا کو بیرون ملک سے علاج کے لئے ادویات فراہم کر دینے کی پیشکش کی۔ مولانا نے آواز کی گمشدگی کے باوجود ان کی پیشکش کو مسکرا کر من خوب شناسم کے تحت ٹال دیا۔ وہ ایک خفت لے کر چلے گئے۔ آج مولانا رہے، نہ ان کے فرزند اختر علی، نہ زمیندار۔ رہے نام اللہ کا۔ لیکن ان کی رحلت کے سترہ سال بعد میرزا ناصر احمد نے راولپنڈی اور شیخوپورہ کے متبعین کی ایک محفل میں فرمایا کہ خلیفۃ الثانی نے ظفر علی خان کی آخری عمر میں ان کے علاج معالجہ کا انتظام کیا تھا"۔ (چٹان ۹ستمبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۷)

پھر لکھتے ہیں :

"پاکستان بنا، مولانا (ظفر علی خان) چند سال جئے۔ کئی سال بیماریوں کی پوٹ بن کر رہے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے تو اپنے مرید بھیج کر بزدلانہ مذاق کیا کہ بیرون ملک سے ادویات کی ضرورت ہو تو ان کی خدمات حاضر ہیں۔ لیکن ہمارے مسلمان امراء کو احساس ہی نہ تھا کہ ظفر علی خان بیمار ہیں۔ اور آخری عمر میں ان کے حواس خمسہ بھی ان سے دغا کر رہے ہیں۔ اگر پاکستان کی آزادی کے وارث حریت پسند ہوتے تو ظفر علی خان اس طرح نہ ہوتے"۔

(چٹان ۱۷/فروری ۱۹۷۵ء صفحہ ٦)

شورش کاشمیری کے ان ہر دو اقتباسات کے باہم تقابلی مطالعہ سے یہ حقیقت برافگندہ ہوتی ہے کہ ان میں سخت تضاد ہے۔ وہ خود اقراری ہیں کہ بقول میرزا ناصر احمد "خلیفۃ الثانی نے......ان کے علاج معالجہ کا انتظام کیا تھا"۔ لیکن پھر خود ہی کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ "بزدلانہ مذاق کیا (تھا) کہ بیرون ملک سے ادویات کی ضرورت ہو تو ان کی خدمات حاضر ہیں"۔ اور یہ پیشکش بھی اس وقت کی جب ان کے حواس خمسہ ان سے دغا کر چکے تھے"۔ اور وہ "کلام کرنے سے (بھی) معذور تھے"۔ اب آپ ہی سوچئے کہ ایسے میں کس طرح مرزا محمود احمد ان سے پیشکش کر سکتے تھے اور کس طرح" مولانا نے آواز کی گمشدگی کے باوجود ان کی پیشکش کو مسکرا کر من خوب شناسم کے تحت ٹال دیا" تھا۔ جب کہ وفد کی موجودگی کے وقت ان کے پاس نہ شورش کاشمیری کا کوئی چیلا تھا، نہ گھر کا کوئی فرد۔ حق یہ ہے کہ یہ بزدلانہ مذاق خود شورش نے کیا کہ نہ ان کی خبر گیری کو گیا، نہ لاکھوں میں کھیلنے کے باوجود ان کی ادویات کی فکر کی۔ اور اپنے لئے لندن اور سعودیہ، اٹلی، بلجیم وغیرہ سے دوائیاں منگواتا رہا۔ (چٹان ۹ستمبر ۱۹۷۴ء)

مگر خیر چھوڑیے ان باتوں کو۔ اور آیئے! میں مولانا کی بیماری کے کچھ چشم دید حالات جناب احتجاج علی زبیری کی قلم سے عرض کر دوں۔ آپ رقمطراز ہیں کہ :

"میں نے ہی نہیں، سینکڑوں (بلکہ ہزاروں بھی کہوں تو جھوٹ نہ ہوگا) افراد نے دیکھا کہ مولانا کو ان کا ایک نوکر (جو غالباً پٹھان تھا) ہر روز کوٹھی کی لان میں کرسی پر بٹھلا دیا کرتا تھا۔ اور کرسی کے ساتھ لگی پٹی مولانا کی کمر سے باندھ دیتا تھا تاکہ مولانا بے ہوشی کے عالم سے گر نہ پڑیں۔ مولانا غروب آفتاب تک اسی لان میں کرسی پر تن تنہا پڑے رہا کرتے تھے۔ اور کبھی ان کے پاس گھر کا آدمی تو کیا کوئی خدمت گار بھی نہ دیکھا ...... وہ نہ بول سکتے تھے، نہ چل پھر سکتے تھے اور نہ اٹھ بیٹھ سکتے تھے۔ مجبور و معذور تھے۔ منہ سے رال ٹپکتی رہتی تھی۔ اسی کرسی پر ان کا پیشاب پاخانہ نکل جاتا۔ انہیں سنبھالنے والا کوئی نہ ہوتا"۔

پھر لکھتے ہیں :

"میرے پڑوس کی کوٹھی میں ایک کرنل رہا کرتے تھے جن کو میں نے اپنے کانچ سے مولانا کی ...... طرف اشارہ کر کے کہا...... دیکھو! یہ وہ شخص ہے جو جلسوں میں بولتا تھا تو کوئی اس کا ثانی نہ تھا۔ اس کا قلم تلوار اور زبان للکار تھی۔ اس کی شہرت ہندوستان و پاکستان میں خود مثالی تھی مگر آج یہ حال ہے کہ پوچھنے والا اور دیکھنے والا بھی نہیں۔ میرے یہ کہتے ہی کرنل صاحب کے منہ سے بے ساختہ نکلا :

"یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے"

پھر اور لکھتے ہیں :

"ایک روز...... میں اپنے معمول کے مطابق مولانا کی کوٹھی پر گیا...... دیکھا کہ مولانا کمرے میں بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔ تمام بستر بدبو سے اٹا پڑا ہے۔ میں نے...... زور زور سے آوازیں دیں۔ تو بہت دیر کے بعد ایک نسوانی آواز آئی...... میں نے کہا ...... مولانا کی حالت بہت خراب معلوم ہوتی ہے اور انہیں دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ اندر سے نسوانی آواز آئی...... کسی ڈاکٹر کو لا کر دکھا دیں۔ (صفحہ ۱۷)

.... میں نے جاتے جاتے تین ڈاکٹروں سے جو میرے دوست تھے درخواست کی کہ وہ جلد جا کر مولانا ظفر علی خان کو دیکھیں۔ واپسی پر میں نے...... دریافت کیا تو سب نے ایک ہی جواب دیا کہ زبیری صاحب! ڈاکٹر لوگ گندگی وغیرہ سے نہیں گھبراتے...... وہاں تو کوئی ہے نہیں جس سے کچھ پوچھیں۔ آوازیں دے کر واپس آ گئے"۔

اس واقعہ سے آپ کو جو دلی صدمہ پہنچا اس کا صدقہ تھا کہ آپ وہاں سے سیدھے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کوٹھی پر پہنچے۔ آپ لکھتے ہیں :

"رات کے دس بجے تھے...... میں...... خیبر لاج پہنچا...... مرزا صاحب...... اس وقت قرآن کریم کی تفسیر لکھوانے میں مصروف تھے...... آپ فوراً مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئے۔...... میں نے...... عرض کیا۔ حضور! حضرت مولانا ظفر علی خاں بہت بیمار ہیں۔ انہیں دیکھنے ......اور...... تیمارداری کرنے والا کوئی نہیں ہے ...... مرزا صاحب نے فوراً اپنے بیٹے مرزا منور احمد کو آواز دی۔ جب وہ آ گئے تو...... آپ نے چند ڈاکٹروں کا نام لے کر حکم دیا کہ یہ ڈاکٹر آج سے مولانا ظفر علی خاں کا علاج کریں گے...... جس دوائی کی ضرورت ہو...... وہ مری میں نہ ملے (تو) اسے میری موٹر لے کر پنڈی سے لائیں۔ علاج کا سارا خرچہ میں ادا کروں گا۔ جب تک مولانا بیمار ہیں...... ان کے آرام کا خیال رکھیں...... میری فکر نہ کرو۔ ڈاکٹر یہ حکم سنتے ہی فوراً مولانا ظفر علی خاں کی خدمت میں پہنچ گئے۔ کچھ دوائیاں دیں، کچھ انجکشن لگائے اور اس وقت تک نہ ہلے جب تک آپ کی طبیعت نہ سنبھل گئی"۔

پھر اور لکھتے ہیں :

"جب دوسری صبح ڈاکٹروں کی ٹیم بعض احمدی حضرات کے ساتھ مولانا کی کوٹھی کی طرف چلی تو میں بھی ساتھ ہو لیا۔ مولانا حسب سابق تن تنہا ایک کرسی پر جس کے چاروں طرف ایک پٹی بندھی ہوئی

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation
Contact: Anas Ahmad Khan
204 Merton Road London SW18 5SW
Tel: 0181-333-0921 \ 0181-448-2156
Fax: 0181-871-9398

تھی سر لٹکائے بیٹھے تھے۔ منہ سے رالیں گر رہی تھیں۔ پاجامہ پاخانہ سے بھرا تھا۔ اور اس قدر بدبو اور تعفن تھا کہ کھڑا ہونا دشوار تھا۔ اور مولانا کے چاروں طرف مکھیوں کی بھنکار اور بھنبھناہٹ تھی۔ مولانا ابوالمنیر نورالحق نے جھک کر مولانا کو بتایا کہ حضرت صاحب نے یہ ڈاکٹر صاحبان...... آپ کے علاج کے لئے مامور فرمائے ہیں۔ مولانا نے یہ سن کر ایک بار سر اٹھایا اور جیسے کہا ہو "ہیں"۔ ابوالمنیر نورالحق صاحب نے انہیں پھر قدرے بلند آواز سے بتایا کہ یہ ڈاکٹر صاحبان ...... مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے بھیجے ہیں اور انہیں آپ کے علاج...... خدمت اور تیمارداری پر مامور فرمایا ہے۔ یہ سنتے ہی مولانا نے ایک بار پھر سر اٹھایا اور اس کے ساتھ ہی ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ (صفحہ ۱۸)...... یہ ڈاکٹر صاحبان اس وقت تک مولانا کی خدمت پر مامور رہے جب تک مولانا مری میں قیام پذیر رہے یہاں تک کہ وہ اپنے آبائی گاؤں کرم آباد تشریف لے گئے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مہارت ۲۱ر دسمبر ۱۹۹۵ء)

اس وقت بے اختیار زبان پر مولانا ظفر علی خان کا یہ شعر یاد آگیا جس میں وہ کہتے ہیں کہ **" ڈر اس کی سخت گیری سے کہ ہے بے ڈھب انتقام اس کا"۔**

یہ عجیب المناک واقعہ ہے کہ مولانا جن دنوں مری میں موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھے ان کے صاحبزادے مولانا اختر علی خان انہی دنوں مری کے دلکش، خوشکن اور حیات افروز نظاروں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ مگر انہوں نے بستر مرگ پر لیٹے ہوئے اپنے باپ کو دیکھنے کی تکلیف گوارا نہ کی۔

جناب احتجاج علی زبیری رقم فرما ہیں:

"میں نے ان (مولانا اختر علی خاں) کا کھانا کھایا۔ اس دعوت میں عزیز دوست سید لطفی زیدی مرحوم سی ایس پی کرنل گیلانی اور کئی معزز دوست تھے۔ اغلباً جسٹس ایس اے رحمٰن کے برادر نسبتی بھی تھے اور ایک صاحب...... جو تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور ان دنوں کہیں سیشن جج ہیں۔ کھانے کے دوران جو مجھے حضرت مولانا ظفر علی خاں کی کسمپرسی یاد آگئی تو...... باتیں کرتے کرتے میرا لہجہ بلند ہو گیا۔ غصہ آگیا۔ اور میں نے...... کہا "اختر علی خان! تمہارے والد کی یہ حالت ہے اور تم لوگوں کو کوئی پروا نہیں۔ حالانکہ یہ زمیندار، یہ زمیندار بلڈنگ، یہ عیش وعشرت سب اسی مردِ مجاہد کی بدولت ہے۔ تمہارا جو نام اختر علی خاں ہے وہ اسی شخص کی وجہ سے ہے جس کا نام مولانا ظفر علی خان ہے۔ جس کا کمرہ ہر وقت گند اور بدبو سے اٹا رہتا ہے۔ اور جس کا کوئی پرسان حال نہیں...... یاد رکھو جس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا بھی وہی حشر ہوگا...... وہ جواباً ہنستے اور قہقہے لگاتے رہے...... میں تو چند روز کے لئے مری سیر کو آیا ہوں۔ پھر جلد گورنمنٹ کی طرف سے جاپان جا رہا ہوں۔ گویا انہیں اپنے جاپان جانے کے شوق میں اپنا وہ عظیم باپ بھی بھول گیا تھا جو دوسرے جہان جانے کو رختِ سفر باندھ رہا تھا۔ (مہارت ۲۱ر دسمبر ۱۹۹۵ء صفحہ ۱۹)

مولوی ظفر علی خاں پر مری سے اپنے آبائی گاؤں کرم آباد منتقل ہو جانے پر کیا گزری۔ بیماری نے ان کے ساتھ کیا زبردستیاں کیں۔ اور ان کی موت کس طرح وقوع میں آئی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ان کے بارے میں بالکل "لاعلم" ہوں۔ ہاں! ان کی نماز جنازہ کے بارے میں شورش کاشمیری نے ضرور یہ لکھا کہ "مولانا ظفر علی خاں کے جنازے میں چھٹا آدمی نہ تھا"۔ (چٹان ۱۷ر فروری ۱۹۷۵ء صفحہ ۲)

اور اب آیئے! میں ان کے فرزند مولوی اختر علی خان کی بیماری اور موت اور جنازہ کے متعلق بھی کچھ عرض کر دوں۔

جناب زبیری صاحب تحریر فرما ہیں:

"اور پھر ایک دن سب کے سامنے مولانا اختر علی خان بھی مفلوج ہو کر لقمۂ اجل بن گئے۔ اور آج ان کا کوئی نام تک نہیں لیتا"۔

شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

"اختر علی لاہور میں میو ہسپتال میں رحلت کر گئے تو ان کا کوئی جنازہ اٹھانے والا نہ تھا"۔

(چٹان ۱۷ر فروری ۱۹۷۵ء صفحہ ٦)

ہفت روزہ آثار لاہور لکھتا ہے:

"مولانا اختر علی گمنامی کی حالت میں اس طرح مرے کہ کرم آباد میں ان کا جنازہ پڑھنے کے لئے بھی تیس آدمی میسر نہ آئے"۔

(آثار لاہور ۳۰ر جون ۱۹۷۴ء صفحہ ۸)

☆......☆......☆

یہ بالکل درست اور بجا ہے کہ تحریک ختم نبوت میں مولوی اختر علی خان اور ان کے والد اور اخبار زمیندار نے سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا مگر اس کا جو انجام ہوا اور جو بدلہ ملا وہ یقیناً بڑا ہی دکھ دہ، کربناک اور ذلت انگیز تھا۔ اس بارے میں کچھ میں اوپر درج کر آیا ہوں۔ مزید پیش خدمت ہے:

شورش کاشمیری اختر علی خان کی بابت لکھتا ہے:

"ان (مولانا ظفر علی خاں) کے فرزند نے ختم نبوت کا ساتھ دیا تو اپنا سب کچھ گنوایا۔ ان کی کمزور طبیعت "زمیندار" کے لئے آفت بن گئی"۔

(چٹان ۱۷ر فروری ۱۹۷۵ء صفحہ ٦)

پھر لکھتا ہے:

"۱۹۵۳ء کی تحریک میں نوائے وقت خاموش رہا۔ اور اس کے وجوہ تھے...... تحریک کے راہنماؤں کے نزدیک ان کا ترجمان روزنامہ زمیندار تھا جس کی خدمات سے انکار نہیں لیکن مولانا اختر علی خان کے خام حوصلے نے ہائی کورٹ میں اپنے لئے رسوائی کا سامان پیدا کیا"۔ (چٹان ۲۳ر ستمبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۱)

پھر اور لکھتا ہے:

"مولانا اختر علی خاں کا معافی نامہ تحقیقاتی عدالت کے سامنے تھا اور مولانا اختر علی خان جسٹس منیر کے سامنے الحاح وزاری کے ساتھ توبہ تلّا کرتے رہے تھے"۔ (چٹان ۳۰ر ستمبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۲)

مولوی اختر علی خان نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں دولت کمانے کا ایک ایسا سود مند طریقہ ایجاد کیا تھا جو آج تک کسی بڑے سے بڑے سود خور مہاجن کو بھی نہ سوجھا تھا۔ میں اس کی بابت شروع میں عرض کر آیا ہوں۔ اب اس بارے میں ہفت روزہ آثار کا بقیہ اقتباس پیش ہے۔ ہفت روزہ مزید لکھتا ہے:

"جس زمانے میں انہوں (مولانا اختر علی خان) نے ختم نبوت کے عقیدے کو روپیہ کمانے کا ذریعہ بنایا وہ میکلوڈ روڈ پر ایک عالیشان بلڈنگ کے مالک تھے۔ ان کے پاس دو تین کاریں بھی تھیں۔ اور زمیندار بھی اچھا خاصا چل رہا تھا۔ مگر جونہی انہوں نے ختم نبوت کے نام پر روپیہ خورد برد کیا، بہت ہی تھوڑے عرصے کے اندر ان کی نہ بلڈنگ رہی، نہ اخبار رہا اور نہ خود رہے۔ ان کی بلڈنگ بِک کر ایک ہوٹل بن گئی۔ زمیندار صفحۂ ہستی سے یوں محو ہوا جیسے کبھی تھا ہی نہیں اور مولانا اختر علی گمنامی کی حالت میں اس طرح مرے کہ کرم آباد میں ان کا جنازہ پڑھنے کے لئے بھی تیس آدمی میسر نہ آئے"۔ (آثار لاہور ۳۰ر جون ۱۹۷۴ء صفحہ ۸)

شورش کاشمیری لکھتا ہے:

"ان (مولانا اختر علی خان) کی موت کے بعد زمیندار رینگ رینگ کر بند ہو گیا۔ تمام عمر کی جدوجہد کے بعد میکلوڈ روڈ پر ایک بلڈنگ کے ڈیپارٹمنٹ نے ان کے دونوں نو عمر بیٹوں کو اس قدر تنگ کیا کہ واجب الادا ٹیکس کے عوض وہ بلڈنگ فروخت ہو گئی۔ ایک بیٹا لاہور میں سرکاری ملازم ہو گیا، دوسرا کراچی چلا گیا اور آج کل وہاں کسی ادارے میں ملازم ہے"۔

(چٹان ۱۷ر فروری ۱۹۷۵ء صفحہ ٦)

☆......☆......☆

اب میں اس سلسلے کا آخری تراشہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ شورش کاشمیری ہفت روزہ چٹان (بڑا سائز) پر "زمیندار ہوٹل اینڈ ریسٹورنٹ" کی بڑی تصویر دے کر لکھتا ہے۔

میں اگر سوختہ ساماں ہوں تو یہ روزِ سیاہ
خود دکھایا ہے میرے گھر کے چراغاں نے مجھے
کوئی کافر میری تذلیل نہ کر سکتا تھا
مرحمت کی ہے یہ سوغات مسلماں نے مجھے

(ظفر علی خان)

"یہ کبھی روزنامہ زمیندار کا دفتر تھا"

—یہاں—وہ شخص رہتا تھا جس نے ربع صدی تک برطانوی سامراج کو للکارا— ہماری آزدی کے لئے گیارہ سال قید فرنگ میں رہا۔ لاکھوں روپے ضبط کرائے۔ جن کا ضبط شدہ پریس آج بھی بورسٹل جیل کی سرکاری پریس میں موجود ہے اور جہاں—اس کا پوتا مسعود علی خاں ورکس مینیجر کی حیثیت سے ملازم ہے —یہ بلڈنگ اسی ظفر علی خاں کی ہے جس نے پنجاب کے سیاسی ویرانوں کو رنگ وروغن بخشا— جس نے ہمیں حریت آشنا کیا۔

ظفر علی خان جس نے بتکدوں میں اذان دی —لیکن جب آزادی کا آفتاب طلوع ہوا۔ تو وہ صرف "دودِ چراغ محفل" تھا!

قلم کی آبرو صنعت کاروں کو منتقل ہو گئی— اخبارات عظیم الشان عمارتوں کے استحصال خانوں میں بازار کی جنس ہو گئے—

اور -یہ عمارت جو قومی یادگار ہونی چاہئے تھی قرض میں نیلام ہو گئی—اب ستم ظریفیٔ حالات نے اس کو زمیندار ہوٹل میں بدل ڈالا ہے— جہاں راتیں جاگتی اور دن سوتے ہیں۔...... اب اس کے در و دیوار دیدہ ہائے عبرت سے رجل رشید کا انتظار کر رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ (چٹان ۱۳ر جولائی ۱۹٦۴ء)

☆......☆......☆

اب جبکہ روزنامہ زمیندار اپنے ہی جنم دینے والوں کی کرتوتوں کی وجہ سے مر چکا ہے۔ میں یہاں مجلس احرار کے دو لیڈروں کے بیانات درج کرنا چاہتا ہوں جن کا اظہار انہوں نے ۱۹ر اکتوبر ۱۹۳۴ء کو شیرانوالہ گیٹ کے جلسہ میں کیا تھا۔

صدر احرار مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے اپنی تقریر میں کہا:

"میں آج ٦ بجے صبح خانپور (ریاست بہاولپور) سے واپس لوٹ کر یہاں پہنچا تو یہ خبر ملی کہ حکومت نے زمیندار سے چار ہزار روپے کی ضمانت طلب کر لی ہے۔ آپ نے کہا کہ اس ضمانت کے سلسلہ میں بلا کسی تمہید کے مسلمانوں کو کہنا چاہتا ہوں کہ زمیندار کی موت مرزائیت کی حیات ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا پہلا کام یہ ہے کہ زمیندار کے زندہ رکھنے کی پوری پوری کوشش کریں"۔

مولانا کی تقریر کے بعد مولانا محمد حسن صاحب امرتسری نے کہا کہ: "مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کا یہ فقرہ کہ زمیندار کی موت مرزائیت کی حیات ہے۔ ایک ایسا فقرہ ہے کہ جس کی شرح ایک رسالہ ہو سکتی ہے۔ زمیندار نے مرزائیت کے خلاف وہاں تک آواز پہنچائی ہے جہاں تک علماء نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اس لئے میں تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ تہجد کے وقت اٹھ کر زمیندار کی دائمی حیات کے لئے دعا کریں۔ اور نہ صرف دعا کریں بلکہ عملی طور پر بھی اس کی اعانت کریں"۔ (زمیندار ۲۱ر اکتوبر ۱۹۳۴ء)

اور اس کے ساتھ ہی مجلس احرار کے ایک اور لیڈر صاحبزادہ فیض الحسن آلو مہاری کی ایک پیشگوئی درج کرتا ہوں جو انہوں نے لدھیانہ کے جلسہ میں کی تھی۔ آپ فرماتے ہیں:

"میں اس جگہ کھڑے ہو کر پیشگوئی کرتا ہوں کہ منارہ، اس کے بانی اور اس کی جماعت کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ اور یہ سب کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے"۔ (زمیندار ۲ر مئی ۱۹۳۵ء)

مذکورہ بالا پیشگوئیوں کے صدق وکذب کا فیصلہ میں قارئین کرام پر چھوڑتا ہوں کہ وہ خود سوچیں کہ ان کا انجام کیا ہوا؟ اور مجلس احرار اور جماعت احمدیہ میں سے کون سی زندہ اور کونسی مردہ ہے؟۔

خاتمۂ مضمون کے لئے میں نے مولوی ظفر علی خاں کا ۱۹۳۲ء کا ایک تراشہ صفحۂ ذہن میں محفوظ کر رکھا تھا جس سے نہ صرف "تحریک احمدیت کو شعر کے اڑنگے پر لا کر پٹخنی دینے"...... کا خیال سراسر غلط اور خلاف واقعہ ثابت ہوتا تھا۔ بلکہ اس میں بالوضاحت واشگاف لفظوں میں یہ اقرار موجود تھا کہ احمدیت کا سرسبز وشاداب اور مثمر الاغصان شجرۂ طیبہ اب اتنا تناور ہو گیا ہے کہ ان کی اور ان کے ہمنوا جملہ عمامہ بردار اور جبہ پوش معاندین کی تمام تر عداوت ومعاندت کے باوجود بھی اگر ایک طرف اس کی شاخیں ہمالہ کی سربلند چوٹیوں کو سرنگوں کر کے چین تک پھیل چکی ہیں تو دوسری طرف سمندروں کے

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

علامہ اقبال کی علمی وسیاسی لغزشیں

(شیخ عبدالماجد۔ لاہور)

سر اقبال، مذہب اسلام میں الحاق و آمیزش کے بارے میں فرماتے ہیں :

ا...... موبدانہ تخیل (قبل از اسلام زرتشتی، یہودی، نصرانی اور صابی تخیل) مسلمانوں کی دینیات، فلسفہ اور تصوف کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے"۔

(اقبال کا مضمون۔ قادیانی اور جمہور مسلمان۔ ۱۴رمئی ۱۹۳۵ء)

۲...... "اسلام، مذہبی اور ذہنی واردات کے حوالے سے نئی راہ پیدا کرنا چاہتا تھا لیکن ہماری مغانہ وراثت نے اسلام کی زندگی کو کچل ڈالا اور اسلام کی روح و مقاصد کو ابھرنے کا کبھی موقع نہ دیا"۔

۳......اسلام کی ظاہری و باطنی تاریخ میں ایرانی عنصر کو بہت زیادہ دخل حاصل ہے"۔

(دین شا۔ پارسی کے جواب میں)

۴......پھر فرماتے ہیں :

"مذہب اسلام پر قرون اولیٰ سے ہی مجوسیت اور یہودیت غالب آ گئی۔ میری رائے ناقص میں اسلام آج تک بے نقاب نہیں ہوا"۔

(خط بنام راغب احسن "جہان دیگر" صفحہ ۸۹۔ خط ۱۱ردسمبر ۱۹۳۴ء)

راقم عرض کرتا ہے کہ زمانے کی گمراہیوں، مفاسد کے وسیع تر پھیلاؤ اور مذہب اسلام میں زبردست الحاق و آمیزش کے پیش نظر اقبال، اصلاح احوال کی طرف سے مایوس تھے۔ اس مایوسی کا اندازہ ان کے درج ذیل تاثر سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ لکھتے ہیں :

"مجھے یقین ہے کہ اگر نبی کریمؐ بھی دوبارہ زندہ ہو کر اس ملک میں اسلام کی تعلیم دیں تو غالباً اس ملک کے لوگ اپنی موجودہ کیفیت اور اثرات کے ہوتے ہوئے "حقائق اسلامیہ" نہ سمجھ سکیں"۔

(مکاتیب اقبال بنام خان نیازالدین صفحہ ۷۳۔ شائع کردہ اقبال اکادمی)

علامہ نے اپنے علی گڑھ لیکچر "ملت بیضا پر عمرانی نظر" میں ہندوستان میں اسلامی و قومی سیرت کی نشوونما کے مختلف اسلوب کی تاریخ بیان کی ہے۔ اس ضمن میں آپ نے وسیع بنیادوں پر ایسی "اسلامی جماعت" معرض وجود میں لانے کی تمنا ظاہر کی ہے جو ان تمام عناصر کی آمیزش سے اپنے وجود کو کمال احتیاط کے ساتھ پاک کر دے جو اس کی روایات مسلمہ اور قوانین منضبطہ کے منافی ہوں۔

We must produce a type of character which at all costs holds fast to its own, ...it carefully excluded from its life all that is hostile to its cherished traditions & institions.

علامہ کی نظروں میں پنجاب میں ایک ایسی "اسلامی جماعت" موجود تھی جسے تقلید کیلئے مسلمانان ہند کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ یعنی جس نے کمال احتیاط کے ساتھ ہر نوع کی غیر اسلامی روایات و عناصر سے اپنے وجود کو پاک کر رکھا تھا۔

علامہ سمجھتے تھے کہ ان کا علی گڑھ لیکچر تشنہ رہے گا اگر اس "اسلامی جماعت" کی نشاندہی نہ کر دی جائے۔ چنانچہ اگلی سطور میں علامہ اس کا یوں اظہار کرتے ہیں :

"پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں"۔

(لیکچر ملت بیضا پر عمرانی نظر۔ ۱۹۱۰ء)

A carefull observation of the Muslim community in India reveals the point on which the various lines of moral experience of the community are now tending to converge. In the Punjab the essentially Muslim type of character has found a powerful expression in the so-called Qadiyani sect.

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی تھی۔ یہ لیکچر اس کے دو سال بعد کا ہے۔

علامہ اقبال کی علمی لغزش

اگر علامہ کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو حقائق اسلامیہ سمجھانے اور اسلامی سیرت کے ٹھیٹھ نمونہ کی حامل جماعت پیدا کرنے کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ، حضرت مرزا صاحب سے کسی طرح کم تر مرتبہ رکھتے ہیں تو یہ علامہ کی ایک **بڑی لغزش** ہے اور اس معاملہ میں جماعت احمدیہ ان کی ہمنوائی نہیں کر سکتی۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی نظر میں آنحضرت ﷺ کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ آپ کی قوت قدسیہ کے طفیل اصلاح عالم کا جو عظیم الشان کام ہوا، وہ کس درجہ بلند ہے؟ مناسب ہوگا یہاں دو ایک حوالے آپ کے ارشادات میں سے درج کر دئے جائیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں :

"اگر اس جگہ یہ استفسار ہو کہ اگر یہ درجہ اس عاجز اور مسیح کے لئے مسلم ہے تو پھر جناب سیدنا و مولانا سیدالکل و افضل الرسل خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے کون سا درجہ باقی ہے؟ سو واضح ہو کہ **وہ ایک اعلیٰ مقام اور برتر مرتبہ ہے جو اسی ذات کامل الصفات پر ختم ہو گیا ہے جس کی کیفیت کو پہنچنا بھی کسی دوسرے کا کام نہیں چہ جائیکہ وہ کسی اور کو حاصل ہو سکے**......"۔

(توضیح مرام روحانی خزائن جلد نمبر۳ مطبوعہ لندن صفحہ ۶۲)

پھر فرماتے ہیں :

"میرا مذہب یہ ہے کہ **اگر رسول اللہ ﷺ کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ ﷺ نے کی، ہرگز نہ کر سکتے**"۔

(ملفوظات جلد دوئم مطبوعہ لندن صفحہ ۱۷۴)

علامہ اقبال کی دوسری علمی لغزش

ہمیں حیرت ہے کہ چالیس سال تک احمدیوں سے رشتۂ موانست قائم رکھنے کے بعد جب عمر کے آخری تین سالوں میں علامہ اقبال نے اپنے تئیں تعصب کی قباؤں میں لپیٹ کر احمدیوں کے خلاف محاذ آرائی شروع کی تو آپ پر ایکا ایکی درج ذیل قسم کے انکشافات ہونے لگے۔

☆...... آپ کو تحریک احمدیہ میں سامی اور آریائی تصوف کی عجیب و غریب آمیزش دکھائی دینے لگی۔

(A strange mixture of Sometic and Aryan mysticism).

☆...... آپ کو تحریک احمدیہ، اسلام کے رخساروں پر زردی کی صورت میں نظر آنے لگی۔

(Pallor of Ahmadism on the cheeks of Indian Islam).

☆...... آپ نے انکشاف کیا کہ جو لوگ تحریک احمدیہ کا شکار ہوئے ہیں ان کی روحانیت فنا ہو چکی ہے۔

(Destroyed the spiritual virility.)

☆...... آپ نے پنڈت نہرو کو یہ بھی لکھ دیا کہ تحریک احمدیہ کے ڈرامے میں حصہ لینے والے ایکٹر انحطاط کے ہاتھوں محض کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔

(Innocent instruments in the hands of decadents).

(پنڈت نہرو کے سوالات کے جواب میں۔ مضمون جنوری ۱۹۳۶ء)

نیز پنڈت جی کو ایک علیحدہ خط کے ذریعہ لکھا کہ احمدی، اسلام کے غدار (Traitors) ہیں۔

اس تعصب کو ذاتی و سیاسی وجوہ نے جنم دیا تھا۔ تعصب ایک ایسی بلا ہے جو غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط کہنے پر اکساتی ہے۔ تحریک احمدیہ میں کیڑے نکالنے کے سلسلے میں اقبال کے ہاں یہی تصویر ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دین کے معاملہ میں ہر ایک کو تعصب سے محفوظ رکھے۔ سر اقبال ہی کا کہنا ہے ؎

لاکھ اقوام کو دنیا میں اجاڑا اس نے
یہ تعصب کو مگر گھر کا دیا کہتے ہیں

(علامہ اقبال کی طرف سے متعصب علماء کی دربار نبویؐ میں شکایت۔ نظم ابر گوہر بار)

(بعض اخبارات، سر اقبال کے احمدیوں کے ساتھ چالیس سالہ رشتۂ موانست کا ذکر کئے بغیر صرف تین سال کی "مخالفت احمدیت" کو اچھال کر وطن عزیز میں اشتعال کی فضا پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے روزنامہ "لشکر" ۷رجون ۱۹۹۸ء اور "اوصاف" راولپنڈی ۷رجون ۱۹۹۸ء۔ مگر وہ اس حقیقت کو پردۂ اخفاء میں رکھتے ہیں کہ مخالفت کا یہ دور کب شروع ہوا۔ کتنے عرصہ تک جاری رہا۔ اس کی وجوہات کیا تھیں۔ اگلی سطور میں ہم مخالفت کی ایک وجہ کی نشاندہی کر رہے ہیں)۔

سر اقبال کی سیاسی لغزش

۱۹۳۵ء میں احمدیت کے خلاف سر اقبال کے بیانات میں جو شدت اور تلخی در آئی اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حکومت برطانیہ نے وائسرائے کونسل ہند کے ممبر سر فضل حسین کی میعاد رکنیت ختم ہونے پر ان کی جگہ سر اقبال کو متعین کرنے کی بجائے سر ظفر اللہ خان کا تقرر کر دیا۔ یہ تقرر خالصتاً سر ظفر اللہ خان کی محنت، دیانت، خلوص، حسن تدبر اور آپ کی سابقہ عمدہ کارکردگی کی وجہ سے ہوا تھا اس میں جماعت احمدیہ کا کوئی دخل نہیں تھا۔ یہ تقرر "زمیندار"، کانگرس، احرار وغیرہ کے لئے سوہان روح بنا ہوا تھا۔ کیونکہ چوہدری صاحب مسلم حقوق کے لئے شمشیر برہنہ تھے مگر افسوس یہ تقرر سر اقبال کی طرف سے احمدیوں کی مخالفت کا ایک اہم اور فوری سبب بن گیا جسے بیان کرنے میں بہت بخل سے کام لیا جاتا ہے۔ چوہدری صاحب نے مئی ۱۹۳۵ء میں اپنے عہدے کا چارج لے لیا۔ ادھر مئی ۱۹۳۵ء میں ہی سر اقبال کا احمدیوں کے خلاف پہلا مضمون شائع ہوا جس کے ضمیمہ میں عیسائی حکومت کو یہ مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ استحکام اسلام کے لئے احمدیوں کو اقلیت قرار دے دے۔ اس مطالبہ کے بانی مبانی دراصل احرار تھے اور احرار کے متعلق فرزند اقبال جناب ڈاکٹر جسٹس (ر) جاوید اقبال کی تحقیق یہ ہے :

"مجلس احرار خلافت کمیٹی کی کوکھ سے نکلی تھی اور یہ جماعت کانگرس کی ہمنوا تھی"۔

(زندہ رود صفحہ ۵۸۹)

فرزند اقبال نے احرار کے ساتھ سر اقبال کے رابطے پر بھی روشنی ڈالی ہے اور دبے الفاظ میں تسلیم کیا ہے کہ علامہ کا میلان اور تعلق احرار ٹولے کی طرف ہو چکا تھا۔ فرماتے ہیں :

"جب اقبال کشمیر کمیٹی میں احمدیوں سے مایوس ہوئے تو عین ممکن ہے احراریوں نے اقبال سے مفاہمت کرنے کی کوشش کی ہو"۔

(زندہ رود صفحہ ۵۸۹)

پھر لکھتے ہیں :

"کشمیر کمیٹی کے دوران ممکن ہے اقبال نے احراری رہنماؤں سے مفاہمت کرنے کے بعد ان کی حوصلہ افزائی بھی کی ہو"۔ (ایضاً)

واضح رہے جب تک سر اقبال نے احمدیوں کے ساتھ بھائی چارے اور مؤانست کا رشتہ قائم رکھا، آپ کی سیاست مسلم اتحاد و یگانگت کے جذبہ سے عبارت رہی۔ بدقسمتی سے جب یہ صورت برقرار نہ رہی تو سیاست اقبال کی یہ خوبی دھندلی نظر آنے لگی۔ چنانچہ سر فضل حسین ایک خط میں لکھتے ہیں :

"اقبال اور بعض دیگر مسلم لیڈر اپنے سیاسی اغراض کے حصول کی خاطر مسلمانوں میں مذہبی فرقہ پرستی کو ہوا دے رہے ہیں"۔ (سر فضل حسین کے انگریزی خطوط مرتبہ وحید احمد صفحہ ۶۹۵)

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات ورسائل سے اہم اور دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیر انتظام شائع کئے جاتے ہیں- اردو یا انگریزی کے علاوہ دیگر زبانوں میں رسائل بھجوانے والوں سے درخواست ہے کہ براہ کرم اہم مضامین اور اعلانات کا خلاصہ اردو یا انگریزی میں بھی ارسال فرمایا کریں- اپنے رسائل ذیل کے پتہ پر ارسال فرمائیں :

AL-FAZL DIGEST, 6 HARDWICKS WAY,
LONDON SW18 4AJ U.K.

قدرتِ ثانیہ کے مظہر ثالثؒ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سیرۃ پر ایک مضمون روزنامہ ''الفضل'' یکم اکتوبر ۹۸ء میں مکرم نور الٰہی ملک صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے- وہ بیان کرتے ہیں کہ آپؒ خود بھی اچھی صحت کے مالک تھے اور کالج میں بطور پرنسپل مختلف کھیلوں کی حوصلہ افزائی بھی فرمایا کرتے تھے- کھلاڑیوں کے انتخاب کا عموماً طریق یہ تھا کہ آپؒ اپنا ہاتھ بطور مصافحہ کھلاڑی کے ہاتھ میں دے دیتے اور اس کو زور سے دبانے کو کہتے- بڑے بڑے صحتمند کھلاڑی اپنا پورا زور لگاتے لیکن ایسا کبھی نہ ہوا کہ آپؒ کو ہاتھ پیچھے کھینچنے کی ضرورت ہوئی ہو- ایک بار نیزہ پھینکنے کا افتتاح آپؒ نے خود نیزہ پھینک کر کیا اور پھر مختلف طلباء نے پورا زور لگایا لیکن کوئی بھی آپؒ سے آگے نیزہ نہ پھینک سکا-

مضمون نگار رقمطراز ہیں کہ خاکسار پر حضورؒ کی ذاتی شفقت اس طرح ہوئی کہ میرے ہاں پہلے دو لڑکے پیدا ہوکر فوت ہوگئے پھر یکے بعد دیگر نو بیٹیاں ہوئیں- بعض محرکات کی بنا پر خاکسار نے دوسری شادی کا ارادہ کیا اور تفاصیل لکھ کر آپؒ سے رہنمائی اور اجازت چاہی- آپؒ نے فرمایا ایسا نہیں کرنا، میں دعا کروں گا، اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا- چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک لڑکا عطا فرمایا جو اب جوانی میں قدم رکھ رہا ہے-

-......☆......☆......☆......-

حضرت لبیدؓ بن ربیعہ عامری

حضرت مسیح موعودؑ ''براہین احمدیہ'' میں فرماتے ہیں ''لبید نے زمانہ اسلام کا پایا تھا اور مشرف بہ اسلام ہوگیا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنھم میں داخل تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اُس کے کلام کو یہ عزت دی کہ جو آخری زمانہ کی نسبت ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی کہ ایسی ایسی تباہیاں ہوں گی جن سے ایک ملک تباہ ہوگا، وہ اُسی کے مصرع کے الفاظ میں بطور وحی فرمائی گئی جو اُس کے منہ سے نکلی تھی...... اور لبید کے فضائل میں سے ایک یہ بھی تھا جو اُس نے نہ صرف آنحضرت ﷺ کا زمانہ پایا بلکہ زمانہ ترقیاتِ اسلام کا خوب دیکھا اور ۴۱ ہجری میں ایک سو ستاون برس کی عمر پا کر فوت ہوا''-

صحابی رسول ﷺ، مشہور شاعر حضرت لبیدؓ کے بارے میں ایک مضمون روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۱۹؍ستمبر ۹۸ء میں مکرم مقبول احمد ظفر صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے-

حضرت لبیدؓ کا پورا نام ابو عقیل لبید بن ربیعہ عامری ہے- آپؓ کا تعلق قبیلہ ''مضر'' کی شاخ بنو عامر سے تھا- آپؓ کے والد کو سخاوت اور فقراء کی مدد کرنے کی وجہ سے فقرا کے ملجاوماویٰ کا لقب دیا گیا- آپؓ کے ایک چچا کی جنگ میں نیزہ چلانے کی مہارت بیمثال تھی-

لبیدؓ نے بچپن ہی سے شعر کہنا شروع کردیئے تھے اور اسی بناء پر آپؓ کا خاندان اُس وقت کے بادشاہ نعمان بن منذر کے دربار میں عزت کے ساتھ دیکھا جانے لگا- بعد ازاں آپؓ نے اپنی قوم کے ساتھ مدینہ جاکر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کرلی- پھر آپؓ نے قرآن کریم حفظ کیا اور شاعری چھوڑدی- ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں آپؓ سے شعر سنانے کی فرمائش کی تو آپؓ نے سورۃ البقرہ کی بعض آیات پڑھیں اور فرمایا کہ اب میرے جذبات اور خیالات کی عکاسی اسی قرآن سے ہوتی ہے- حضرت عمرؓ نے آپؓ کے اس عشق قرآن کو دیکھ کر آپؓ کے ماہوار وظیفہ (دو ہزار درہم) میں پانچ صد درہم کا اضافہ فرمادیا-

عربی ادب کی کتب کے مطابق قبول اسلام کے بعد لبیدؓ نے صرف ایک ہی شعر کہا تھا کہ ''تمام تعریف اُس خدا کے لئے ہے جو مجھ پر اس وقت تک موت کا وقت نہیں لے آیا جب تک میں نے جامہ اسلام زیب تن نہیں کرلیا''- حضرت لبیدؓ کی زمانہ جاہلیت کی شاعری بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے مقبولیت کی سند لئے ہوئے ہے- آپؐ نے ایک بار فرمایا کہ سب سے سچی بات جو کبھی کسی شاعر نہ کہی ہو وہ لبید کی یہ بات ہے کہ اَلاَ کُلّ شَیئٍ مَا خلا اللّٰہ باطل، 'غور سنو، خدا کے علاوہ ہر شئے باطل ہے'-

حضرت لبید بڑے فیاض، دانا، پیکر مہر و مروّت، بہادر اور قوم کے لئے غیرت رکھنے والے تھے- یہی انداز آپؓ کی شاعری میں ایسا نمایاں ہے کہ بعض محققین کہتے ہیں کہ یہ قبولِ اسلام کے بعد کی شاعری ہے- لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ آپؓ کی فطرتی سچائی ہے- آپؓ قبول اسلام سے قبل بھی توحید کے قائل تھے- آپؓ کی شاعری کا اسلوب اپنی مثال آپ اور بے نظیر ہے- آپؓ کا ایک بہت بڑا شاہکار وہ قصیدہ ہے جو عرب کے مشہور سات قصائد میں سے چوتھا قصیدہ ہے-

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب کوفہ کا شہر بسایا جارہا تھا تو حضرت لبیدؓ وہاں جاکر مقیم ہوگئے اور حضرت معاویہؓ کے دور میں وفات پائی-

-......☆......☆......☆......-

حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۲۲؍ستمبر ۹۸ء میں حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب کے قلم سے حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کا ذکر خیر ایک پرانی اشاعت سے منقول ہے- آپ رقمطراز ہیں کہ آپؓ کا انداز بیان ایسا مربوط اور پُر وقار تھا کہ لفظ لفظ سامع کے ذہن میں اترتا چلا جاتا- ہر بات کو منطقی دلائل سے ثابت کرنا اور کلام کو غیر متعلق باتوں سے بکلّی پاک رکھنا، آپؓ کی تحریر و تقریر کو سلک مروارید بنا دیتا تھا- ہندوؤں کے فلسفہ اور منطق کے جواب میں آپؓ کی کتاب ''حدوث روح ومادہ'' دینی فلسفہ اور علم کلام کی آئینہ دار اور لاجواب ہے- علم مناظرہ میں آپؓ کو کمال حاصل تھا- ایسے دو ٹوک، مختصر، مسکت اور جامع ومانع دلائل پیش فرماتے کہ مخالف بات کو طول نہ دے سکتا- آپؓ کا درس حدیث سوز و گداز اور ذوق و شوق سے بھرپور تھا گویا سامعین کو آنحضور ﷺ کی مجلس میں پہنچادیتا- یہی جی چاہتا کہ آپؓ بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں- اس درس میں آپؓ پر ایک ربودگی اور وجد کی کیفیت طاری ہوتی کہ سامع متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا- میر صاحبؓ میں انتظامی قابلیت بدرجہ اتم موجود تھی- آپؓ کے ماتحت آپؓ سے بے حد اخلاص اور محبت رکھتے تھے-

۱۹۴۴ء میں قادیان کے قریبی گاؤں بھامبڑی میں مخالفین کی مزاحمت کے باوجود احمدیوں کا کامیاب جلسہ منعقد ہوا- جلسہ کے اختتام پر مخالفین نے احمدیوں پر خشت باری شروع کی- حضرت میر صاحبؓ نے احمدیوں کو مقابلہ سے روک دیا اور تدبر اور شجاعت سے احمدیوں کو فسادگاہ سے باہر نکال لائے لیکن پولیس نے دونوں فریقوں پر مقدمہ بنادیا اور آپؓ کو بھی مستغاث علیہ گردان لیا- اس مقدمہ کی سماعت دھاریوال یا گورداسپور میں ہوتی تھی- دورانِ مقدمہ رمضان شریف آگیا تو میر صاحبؓ فجر کی نماز کے بعد مسجد اقصیٰ قادیان میں درس دے کر بذریعہ موٹر دھاریوال پہنچ جاتے اور باوجود مقدمہ میں پیشی کے آپؓ نے درس میں ناغہ نہ ہونے دیا- پھر فریق مخالف کے بعض اشخاص کو آپؓ بڑی مہربانی سے عدالت سے باہر اپنے پاس بٹھاتے اور انہیں وعظ و تلقین کرتے- کسی قسم کا کینہ آپؓ کی طبیعت میں نہیں تھا- دورانِ جرح فریق مخالف نے آپؓ سے سوال کیا کہ بھامبڑی والوں نے آپ کے جلسہ کی مخالفت کی تھی اس لئے آپؓ کے دل میں اُن کے خلاف غم وغصہ ضرور پیدا ہوا ہوگا- آپؓ نے برجستہ جواب دیا کہ غم وغصہ نہیں بلکہ رحم اور ہمدردی کے جذبات پیدا ہوئے- اس جواب سے مجسٹریٹ متبسم اور محظوظ ہوا- مجسٹریٹ آپؓ سے باادب پیش آتا تھا- لیکن میر صاحبؓ جب عدالت کے کمرے میں داخل ہوتے تو تین چار منٹ کے لئے ملزمان کے کٹہرے میں اکیلے اور غمزدہ سے ہوکر کھڑے رہتے- ہم سب بھی تعظیماً کھڑے رہتے- جب یہ ماجرا کئی بار دیکھا اور آپؓ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپؓ چشم پُر آب ہوگئے اور فرمایا کہ آتمارام مجسٹریٹ نے حضرت مسیح موعودؑ کو عدالت میں کھڑا رہنے پر مجبور کیا- اس لئے جب کبھی مجھے عدالت میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو حضورؑ کی یاد میں چند منٹ میں بھی اسی طرح کھڑا رہتا ہوں- اس واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپؓ کو حضرت اقدسؑ سے کس قدر محبت تھی-

-......☆......☆......☆......-

سونا (GOLD)

سونے کی قدر کب پیدا ہوئی؟ اس بارے میں علم نہیں ہوسکا کیونکہ آج سے چالیس ہزار سال پہلے غاروں میں رہنے والا انسان بھی سونے کو سنبھال کر رکھتا تھا- عراق کے قدیم شہر ''اُور'' کے کھنڈرات سے جو ساڑھے پانچ ہزار پرانے سونے کے برتن ملے ہیں اُن کی خوبصورتی سے اندازہ ہوتا ہے کہ سنار کئی صدیوں سے یہ کام کر رہے ہوں گے- تاریخ میں بہت سی جنگوں کے پس منظر میں سونا حاصل کرنے کا جنون نظر آتا ہے-

سونے کی صرف یہ خوبی نہیں کہ یہ چمکیلا اور کمیاب ہے بلکہ یہ بھی کہ اسے زنگ نہیں لگتا اور کوئی تیزاب اسے گلا نہیں سکتا- خالص سونا بہت نرم مگر بہت بھاری ہوتا ہے- اسے سلاخوں اور اینٹوں کی شکل میں ذخیرہ کیا جاتا ہے- ماضی میں سونے سے سکہ (اشرفی) اور برتن بھی بنائے جاتے تھے- کسی ملک کی امارت کا اظہار اُس کے سونے کے ذخائر سے ہوتا ہے اور اسی کی بنیاد پر بین الاقوامی تجارت کی بنیاد رکھی گئی ہے- سونے کے بڑے مصرف دو ہی ہیں یعنی زیور یا حکومت اور عوام کے خزانے- البتہ سونا نقش و نگار، دندان سازی وغیرہ کے کام بھی آتا ہے- اس مقصد کے لئے سونے کے ورق استعمال ہوتے ہیں جو موٹائی میں ایک انچ کے ہزارویں حصے سے بھی کم ہوتے ہیں اور صرف ایک تولہ سونے سے چالیس مربع فٹ چوڑا ورق بن سکتا ہے-

سونا بہت نرم ہوتا ہے اس لئے زیور کبھی خالص سونے کے نہیں بنائے جاتے- اِس کے کھرے پن کے تعیّن کے لئے قیراط کا پیمانہ رائج ہے- خالص سونے کو ۲۴؍ قیراط کہتے ہیں اور ۱۸؍ قیراط سونے کا مطلب ہے کہ ۱۸ حصے سونا اور ۶ حصے دوسری دھاتیں- دھاتیں سونے کا رنگ بھی بدل دیتی ہیں چنانچہ تانبا ملے سونے کا رنگ سرخی مائل اور چاندی ملے سونے کا سنہری مائل زرد ہوتا ہے-

سب سے زیادہ سونا جنوبی افریقہ سے نکلتا ہے، پھر روس، امریکہ، کینیڈا اور آسٹریلیا کا نمبر آتا ہے- لیکن سونا زمین میں ہر جگہ موجود ہے، کہیں کم کہیں زیادہ- لیکن اسے اکثر دریاؤں اور ندیوں کی ریت میں اور چٹانوں میں ڈھونڈا جاتا ہے- ریت میں سونا چٹانوں سے آتا ہے جو پانی کے بہاؤ کے ساتھ بعض دفعہ ڈلوں کی شکل میں بھی مل جاتا ہے- آسٹریلیا میں ایک دفعہ تین من چار سیر کا ڈلا ملا تھا- تاہم سونا زیادہ تر کانوں سے نکالا جاتا ہے- یہ معلوماتی مضمون مکرم محمد شکر اللہ صاحب کے قلم سے روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۲۴؍ستمبر ۹۸ء میں شامل اشاعت ہے-

-......☆......☆......☆......-

Muslim Television Ahmadiyya
Programme Schedule for Transmission

23/04/99 - 29/04/99

Please Note that programme and timings may Change without prior notice. Details of Programmes are Announced Every Six Hours. All times are given in British Standard Time. For more information please phone on +44 181 870 8517 or fax +44 181 874 8344

Friday 23rd April 1999
6 Muharram 1420

00.05 Tilawat, Dars ul Hadith, News
00.50 Children's Corner: Quran Pronunciation Lesson No.21 (R)
01.20 Liqa Ma'al Arab: Session No. 105 Rec: 21.11.95 (R)
02.30 From The Archives: Q/A with Huzoor Rec: 13.12.85
03.30 Urdu Class: With Huzoor (R)
04.35 Learning Arabic: Lesson No.37 (R)
04.50 Homeopathy Class: Lesson No.26 (R) Rec: 18.07.94
06.05 Tilawat, Dars ul Hadith, News
06.50 Children's Corner: Quran Pronunciation Lesson No.21 (R)
07.20 Saraiky Programme: Tarjamatul Quran Class, Rec:21.09.94
08.20 Liqa Ma'al Arab: Session No.105 (R)
09.40 Urdu Class: With Huzoor (R)
10.45 Indonesian Service:
11.15 Bengali Service: Discussion about Hadith, La Nabiya Boadi
12.05 Tilawat, Dars Malfoozat, News
12.50 Darood Shareef
13.00 Friday Sermon - LIVE
14.00 Documentary: Industrial Exhibition -Part 1
14.20 Rencontre Avec Les Francophones(New): With French Speaking guests, Rec: 18.04.99
15.20 Friday Sermon: Rec: 23.04.99 (R)
16.20 Children's Corner: Let's Learn Salat Pt6
17.00 German Service: Quran and Bible, Diskussionskries
18.05 Tilawat, Dars ul Hadith
18.35 Urdu Class (New): with Huzoor Rec: 21.04.99
19.40 Liqa Ma'al Arab: Session No. 106 Rec: 23.11.95
20.45 MTA Belgium: Children's Class, No.29
21.20 Medical Matters: Al-Fazl Forum, Part 2
21.50 Friday Sermon: Rec.23.04.99 (R)
22.55 Rencontre Avec Les Francophones: (R)

Saturday 24th April 1999
07 Muharram 1420

00.05 Tilawat, Dars ul Hadith, News
00.30 Children's Corner: Let's Learn Salat Pt 6
01.05 Liqa Ma'al Arab: Session No.106 (R)
02.20 Friday Sermon: Rec:23.04.99 (R)
03.20 Urdu Class(New): (R)
04.25 Computers for Everyone: Part 107 (R)
05.00 Rencontre Avec Les Francophones (R)
06.05 Tilawat, Dars ul Hadith, News
06.50 Children's Corner: Let's Learn Salat Pt 6
07.30 MTA Mauritius: Children's Class
08.15 Medical Matters: Al Fazl Forum Pt2 (R)
08.45 Liqa Ma'al Arab: Session No.106 (R)
09.55 Urdu Class(New): (R)
11.00 Indonesian Service: Children's Corner,
12.05 Tilawat, News
12.35 Learning Danish: Lesson No. 20
13.05 Interview: with Saqib Zervi Sahib, Part 6
14.00 Documentary: Trip to Bahawalpor Zoo
14.25 Bengali Service: Seerat un Nabi Day
15.30 Children's Class(New): with Huzoor Rec: 24.04.99
16.35 Children's Corner: Quiz Quran Kareem Part No. 47
16.50 Hikayate Shereen: Story No.5
17.00 German Service
18.05 Tilawat,
18.15 Urdu Class(New): with Huzoor Rec: 23.04.99
19.25 Liqa Ma'al Arab: Session No.107 Rec: 28.11.95
20.25 Al Tafeseer ul Kabir: Lesson No.38
20.55 Q/A Session: from London, with Huzoor Rec: 15.03.98
22.25 Children's Class(New): with Huzoor (R)
23.35 Learning Danish: Lesson No.20 (R)

Sunday 25th April 1999
8 Muharram 1420

00.05 Tilawat, Seerat un Nabi, News
00.50 Children's Corner: Quran Quiz, No.47(R)
01.10 Liqa Ma'al Arab: Session No.107(R)
02.10 Interview: Saqib Zervi Sahib, Part 6 (R)
03.10 Urdu Class(New): (R)
04.15 Hikayat-e-Sherreen: Story No. 5 (R)
04.25 Learning Danish: Lesson No.20 (R)
04.55 Children's Class(New): (R)
06.05 Tilawat, Seerat un Nabi, News
06.55 Children's Corner: Quran Quiz, Part 47(R)
07.15 Q/A Session: with Huzoor Rec: 15.03.98, From London (R)
08.45 Liqa Ma'al Arab: Session No.107 (R)
09.50 Urdu Class(new): (R)
10.55 Indonesian Service: Children's Corner,.....
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Chinese: Lesson No. 122
13.10 Friday Sermon: Rec: 23.04.99 (R)
14.15 Bengali Service: Waqfe Nau, Dhaka, More..
15.15 Mulaqat With English Speaking Friends With Huzoor Rec:15.10.95
16.30 Children's Corner: Waqfeen-e-Nau Prog. Jalsa Seerat un Nabi, Karachi, Part 3
16.55 German Service
18.05 Tilawat
18.15 Urdu Class(New): with Huzoor Rec: 24.04.99
19.20 Liqa Ma'al Arab: Session No.108 Rec: 29.11.95
20.25 Albanian MTA: Selected Hadith, Part 2
21.15 Dars ul Quran: No.7, From London
22.50 Mulaqat With English Speaking Guests (R)

Monday 26th April 1999
9 Muharram 1420

00.05 Tilawat, Dars Malfoozat, News
00.50 Children's Corner: Waqf-e-Nau Jalsa, Pt3
01.20 Liqa Ma'al Arab: Session No.108 (R)
02.20 MTA USA: Huzoor's address to Lajna 28th Jalsa Salana, USA
03.10 Urdu Class(New): (R)
04.15 Learning Chinese: Lesson No. 122(R)
04.45 Mulaqat With English Speaking Guests (R)
06.05 Tilawat, News
06.40 Children's Corner: Waqfe nau Jalsa Pt3(R)
07.20 Dars ul Quran: Lesson No.7 (R)
08.40 Liqa Ma'al Arab Session No. 108 (R)
09.45 Urdu Class(New): (R)
10.50 Indonesian Service: Friday Sermon Rec: 12.02.99
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Norwegian: Lesson No.13
13.10 MTA Sports: Cross Country Bike Race
14.05 Bengali Service
15.05 Homeopathy Class: Lesson No.27 Rec: 19.07.94
16.15 Children's Corner: Workshop No. 19
16.35 Children's Corner: Waqfeen-e-Nau Prog.
16.55 German Service
18.05 Tilawat, Dars Malfoozat
18.30 Urdu Class: With Huzoor
19.35 Liqa Ma'al Arab: Session No.109 Rec: 30.11.95
20.40 Turkish Prog: Introduction to Ahmadiyyat
21.10 Rohani Khazaine: Fateh Islam, Part 1
21.40 Documentary: Ile Maurice
22.00 Homoeopathy Class: Lesson No.27 (R)
23.10 Learning Norwegian: Lesson No.13 (R)

Tuesday 27th April 1999
10 Muharram 1420

00.05 Tilawat, Darsul Hadith, News
00.55 Children's Corner: Workshop No.19 (R)
01.10 Liqa Ma'al Arab: Session No. 109 (R)
02.20 MTA Sports: Cross Country Bike Race (R)
03.00 Urdu Class (R)
04.20 Learning Norwegian: Lesson No.13 (R)
04.45 Homoeopathy Class: Lesson No. 27 (R)
06.05 Tilawat, Darsul Hadith, News
06.55 Children's Corner: Workshop No.19 (R)
07.10 Pushto Programme: F/S, Rec: 10.10.97
08.10 Rohani Khazaine: Fateh Islam, Part 1 (R)
08.40 Liqa Ma'al Arab: Session No.109 (R)
09.50 Urdu Class (R)
10.55 Indonesian Service:
12.05 Tilawat, News
12.30 Learning French: Lesson No. 32
13.00 Friday Sermon: Rec: 17.02.89
13.55 Bengali Service
15.00 Mulaqat with Huzoor.
16.05 Children's Corner: Quran Pronunciation Lesson No. 22
16.25 Children's Corner: Waqfeen e Nau Session
17.00 German Service
18.05 Tilawat, Darsul Hadith
18.35 Urdu Class: With Huzoor
19.40 Liqa Ma'al Arab: Session No. 110 Rec: 05.12.95
20.50 MTA Norway: Book Reading, Part 2
21.10 Hamari Kaenat: No.167
21.40 Mulaqat with Huzoor (R)
22.45 Learning French: Lesson No. 32 (R)
23.15 Speech: by Hafiz Muzaffar Ahmad Sahib Topic: Seerat un Nabi (SAW)

Wednesday 28th April 1999
11 Muharram 1420

00.05 Tilawat, History of Ahmadiyyat, News.
00.35 Children's Corner: Quran Pronunciation
01.00 Liqa Ma'al Arab: Session No.110 (R)
02.00 Children's Corner: Waqfeen e Nau (R)
02.35 Urdu Class (R)
03.40 Learning French: Lesson No.32 (R)
04.10 Speech: by Hafiz Muzaffar Ahmad Sb (R)
04.55 Mulaqat with Huzoor (R)
06.05 Tilawat, History of Ahmadiyyat, News
06.50 Children's Corner: Quran Pronunciation
07.15 Swahili Service: Friday Sermon Rec:19.04.96
08.20 Hamari Kaenat: No.167 (R)
08.50 Liqa Ma'al Arab: Session No.110 (R)
09.50 Urdu Class (R)
11.00 Indonesian Service
12.05 Tilawat, News
12.35 Learning German: Lesson No. 1
13.00 Tabarukaat: Speech from J/S Rabwah 1956 By Ch. Mohammad Zafrullah Khan Sahib
14.20 Bengali Service: F/S, Rec: 08.05.98
15.20 Mulaqat with Huzoor
16.20 Children's Corner: Muqabla Hifze Ishaar
16.50 German Service:
18.05 Tilawat, History of Ahmadiyyat
18.30 Urdu Class: With Huzoor
19.45 Liqa Ma'al Arab: Session No. 111 Rec: 06.12.95
20.50 French Programme: Part 3 Life of The Holy Prophet (SAW)
21.15 MTA Lifestyle: Al Maidah
21.25 MTA Lifestyle: Perahan
22.00 Mulaqat with Huzoor (R)
23.30 Learning German: Lesson No.1 (R)

Thursday 29th April 1999
12 Muharrum 1420

00.05 Tilawat, Dars Malfoozat, News
00.45 Children's Corner: Muqabala Hifze Ishaar
01.05 Liqa Ma'al Arab: Session No.111 (R)
02.05 Tabarrukat: Speech J/S Rabwah 1956 (R)
03.20 Urdu Class (R)
04.30 Learning German: Lesson No.1 (R)
05.00 Mulaqat with Huzoor: (R)
06.05 Tilawat, Dars Malfoozat, News
06.45 Children's Corner: Muqabla Hifze Ishaar
07.05 Sindhi Program: F/S, Rec:16.05.97
08.15 MTA lifestyle: Perahan (R)
08.50 Liqa Ma'al Arab: Session No.111 (R)
09.50 Urdu Class (R)
10.55 Indonesian Service:
12.05 Tilawat, News
12.35 Learning Arabic: Lesson No.38
12.55 From The Archives: Q/A with Huzoor Rec:13.12.85 - Final Part
13.50 Urdu Adab Ka Ahmadiyya Dabistan
14.25 Bengali Service: Friday Sermon Rec: 17.06.94
15.15 Homoeopathy Class: Lesson No.28 Rec: 25.07.94
16.20 Children's Corner: Quran Pronunciation
16.55 German Service
18.05 Tilawat, Dars Malfoozat
18.30 Urdu Class; with Huzoor
19.35 Liqa Ma'al Arab: Session No. 112 Rec: 07.12.95
20.45 Speech; Seerat un Nabi (SAW) By Maulana Mubashir Ahmad Khaloon Sb
21.35 Quiz: History of Ahmadiyyat, Part 90
22.05 Homoeopathy Class: Lesson No.28 (R) Rec: 25.07.94
23.15 Learning Arabic: Lesson No.38 (R)
23.25 Sajray Phull: from Pakistan

Translations for Huzoor's Programmes are available on the following Audio frequencies:
English: 7.02 mhz, Arabic: 7.20 mhz, Bengali: 7.38 mhz, French: 7.56 mhz, German: 7.74 mhz, Indonesian/ Russian: 7.92 mhz, Turkish: 8.10 mhz,

Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (0181) 870 8517
Fax: (0181) 870 1095

Vol. 6 Friday, April 23, 1999 Issue No. 17

حاصل مطالعہ

(دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت)

پاکستان کے دیو بندی ملاؤں کی "کرشمہ سازیاں" اور اس کا شدید ردّ عمل

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

یہ شعر دیو بندی ملاؤں کی نت نئی قلابازیوں اور دسیسہ کاریوں کی خوب عکاسی کرتا ہے مثلاً یہ لوگ مدتوں سے دریائے راوی اور چناب کے درمیان واقع شہر سیالکوٹ کو جس کی بنیاد قریباً ۳۰۴۲ قبل مسیح میں ہندو راجہ سل نے رکھی تھی "مدینہ" کے نام سے موسوم کرتے آرہے ہیں (ملاحظہ ہو تاریخ احرار صفحہ ۹۸ از چوہدری افضل حق، طبع ثانی ناشر مکتبہ مجلس احرار پاکستان لاہور، ملتان۔ ۱۹۶۸ء)۔

دوسری طرف یہی ملّاں عرصہ دراز سے ربوہ کو "صدیق آباد" کہتے رہے اور ہزاروں قد آدم پوسٹروں کے ذریعہ ملک بھر میں اس نام کی تشہیر بھی کرتے رہے۔ مگر اب حکومت پنجاب اور ممبران قومی اسمبلی کے حضور سجدہ ریز ہونے کے بعد اسے پہلے "نواں قادیاں" اور پھر یکایک "چناب نگر" کہنے لگ گئے ہیں اور "ربوہ" کے عربی لفظ کو شجرہ ممنوعہ کی حیثیت دے رہے ہیں۔ اس عجیب و غریب ناٹک اور نئے تماشہ نے ملک کے دانشور اور سنجیدہ و متین طبقوں پر اس طائفہ کی غیر قانونی، غیر اخلاقی اور غیر انسانی ذہنیت کو پوری طرح بے نقاب کر دیا ہے۔

چنانچہ لاہور کے روزنامہ "دن" کے فاضل مدیر نے ۱۰ر فروری ۱۹۹۹ء کی اشاعت میں خاص اس موضوع پر ایک اداریہ سپرد قلم کیا ہے جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

"پنجاب کے وزیر مال چودھری شوکت داؤد نے اعلان کیا ہے کہ حکومت نے ربوہ کا نام تبدیل کرنے کے بارے میں دسمبر میں جو نوٹیفکیشن جاری کیا تھا اور جس کی رو سے اس کا نیا نام **"نواں قادیاں"** رکھا گیا تھا وہ واپس لینے اور اس کی جگہ اس کا نام پھر بدل کر **"چناب نگر"** رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ایسا "علمائے کرام" کے مطالبے پر کیا گیا ہے۔ اگر ہمارا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو پہلا فیصلہ بھی "علمائے کرام" ہی کے مطالبے پر کیا گیا تھا۔ بہر حال ہم اس بحث میں نہیں الجھنا چاہتے کہ پہلا فیصلہ کن علمائے کرام کے مطالبے پر ہوا اور اب اس میں تبدیلی کن قابل احترام ہستیوں کے کہنے پر کی جارہی ہے۔ ہمارا مقصد سیاسی عمل اور کردار کی اس کوتاہی کو مرکز توجہ میں لانا ہے جس کی نشان دہی یہ بظاہر "بے ضرر" سا اعلان کرتا ہے۔ وہ حقیقت جو سنجیدہ توجہ کی مستحق ہے اس کا تعلق اس سوال سے ہے کہ آخر ہماری حکومت یا سیاسی قیادت کو اپنے فیصلے کیوں بار بار بدلنے پڑتے ہیں۔ کیوں ایسا ہوتا ہے کہ حکومت پہلے ایک اقدام کرتی ہے اور پھر چند دن بعد پتہ چلتا ہے کہ نہیں یہ فیصلہ واپس لے لیا گیا ہے اور اس کی جگہ اور فیصلہ لایا جارہا ہے۔ اگر گزشتہ دو سال میں ایسے فیصلوں پر نظر ڈالی جائے تو یقیناً ایسے اقدامات کی ایک طویل فہرست تیار ہو سکتی ہے جو حکومت وقتاً فوقتاً کرتی اور پھر واپس لیتی رہی ہے۔ ایسے اقدامات کا تعلق کسی مخصوص شعبہ زندگی سے نہیں بلکہ تقریباً ہر شعبہ زندگی سے ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہمارے سیاسی رویے کا حصہ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کمی اور کوتاہی کا تعلق کسی خاص شعبے سے نہیں بلکہ یہ زندگی کا چلن بن کے رہ گیا ہے جو مناسب اور خاطر خواہ غور و فکر کے بغیر فیصلے کرنے کے رجحان کا آئینہ دار ہے"۔

فاضل مدیر نے تو اس اداریہ میں ملاؤں کو طنزاً "علمائے کرام" سے موسوم کر کے لطیف رنگ میں تنقید کی ہے مگر اب ملک کے ایک بالغ نظر شہری اور صاحب قلم سید زیرک حسین ایم۔اے اردو پولیٹیکل سائنس کا ایک مکتوب مفتوح ملاحظہ فرمائیے:

"منظور احمد چنیوٹی اور مولانا زاہد الراشدی جواب دیں

مکرمی! ۲۰ر دسمبر ۹۸ء کو "اوصاف" کے سنڈے ایڈیشن میں مولانا زاہد الراشدی صاحب کا کالم شائع ہوا جس میں ربوہ کو 'صدیق آباد یا نواں قادیاں' پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ میں نے دیکھا بھی اور سنا بھی کہ لائل پور کا نام فیصل آباد تبدیل ہونے میں چنداں مشکل درپیش نہ ہوئی حالانکہ یہ ہمارا بہت بڑا صنعتی شہر تھا۔ کیمبل پور کا نام الگ ہونے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ رہی۔ چوہڑ کانہ منڈی کا نام فاروق آباد رکھ دیا گیا کوئی معترض نہ ہوا۔ اور پچھلے دس سالوں میں منڈی ڈھاباں سنگھ ضلع شیخوپورہ کا نام پہلے صفدر آباد رکھ دیا گیا پھر احمد آباد آج کل چل رہا ہے کچھ ہنگامہ نہ ہوا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ربوہ کو اس قدر اہمیت دی جارہی ہے کہ قادیانی اس کو اہمیت دینے سے خوش ہو رہے ہیں کہ دیکھو کیسے علمائے دین کو مشکل پڑی ہوئی ہے کہ ہمارے شہر کا نام بھی انہیں تکلیف دیتا ہے۔ اصول ارشمیدس کے تحت مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب سے گزارش کرنا چاہوں گا کہ جس چیز کو جتنا دبایا جائے وہ اس قدر ابھرتی ہے۔ اگر آپ احمدیوں کو دبانا چھوڑ دیں اور ان کو نظر انداز کر دیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ خود اپنی موت آپ مر جائیں لیکن ایسا ہو نہیں رہا۔ دیکھ لیں کہ ۱۹۳۴ء میں احرار کے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے ۱۹۵۳ء میں مولانا مودودی سمیت دولتانہ صاحب نے، ۱۹۷۴ء میں بھٹو صاحب نے اپنی اسمبلی سمیت اور ۱۹۸۴ء میں جنرل ضیاء الحق کے آرڈیننس نے جماعت احمدیہ کو بہت دبایا اور ختم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اسی سال مرزا طاہر احمد نے ۵۰ لاکھ سے زائد لوگوں کے جماعت میں شامل ہونے کا دعویٰ اپنے ٹی وی پر کیا۔ ایک طرف دنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے اور دوسری طرف ربوہ کے نام کی تبدیلی کی قرار داد منظوری پر فلیٹیز جیسے مہنگے ہوٹل میں ضیافت دی جارہی ہے۔ ہمارے علماء کو کیا ہو گیا ہے۔ جناب من! میں قادیانی نہیں ہوں لیکن سیاست کا طالب علم ہونے کے ناطے اتنا ضرور جانتا ہوں کہ علماء دین کو دین اسلام کی صحیح تفسیر و تصویر پیش کرنی چاہئے اور یہی ان کا کام ہے۔ ذرا مولانا منظور احمد چنیوٹی یہ بتائیں کہ شہر کے نام سے کیا ہوتا ہے۔ اس طرح تو انہیں ذرا اپنے شہر کے نام پر غور کرنا چاہئے۔ جو غالباً چھنی اوڈ ہے (اوڈوں کی چھنی) سے تبدیل ہوتے ہوتے چنیوٹ بن گیا تو اس میں کونسی اسلامی شخصیت یا اسلامی نام وابستہ ہے۔ سب سے پہلے تو مولانا کو چاہئے کہ خود کو مسلمان کریں۔ مسلمانوں کو مسلمان کریں اور پھر کسی اور کی طرف توجہ کریں۔ تکلیف مجھے اس بات کی ہے کہ پاکستان کا دیوالیہ نکل رہا ہے، دنیا بھر میں مسلمانوں پر زیادتیاں ہو رہی ہیں، غریب عوام بھوکوں مر رہی ہے، مسلمان قرآن حکیم اور اسلام کی تعلیمات سے بے بہرہ ہو رہے ہیں اور علماء دین اس فکر میں غرقاں ہیں کہ ربوہ کا نام تبدیل کیا جائے۔ ذرا **تاریخی حوالہ سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ چنگیز خان نے جب بغداد پر حملہ کیا تو ایوان نمائندگان میں اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق اور کوّا حلال ہے یا حرام اور بحث کرنے والے مسلمان علماء تھے۔ اور جو تباہی چنگیزخان نے مچا دی تھی وہ کسی بھی سمجھدار آدمی سے مخفی نہیں ہے۔** اب جبکہ پاکستانی حکومت ۱۹۷۴ء میں اسمبلی کے ذریعہ احمدیوں اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے چکی ہے تو پھر ان کی طرف توجہ کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ ابھی تو ہمیں صرف وطن عزیز اور اسلام کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اگر قادیانی اسلام کے دشمن ہیں تو قرآنی اصول کے مطابق ان کا وبال انہی پر پڑے گا۔ (سید زیرک حسین۔ ایم۔ اے اردو، پولیٹیکل سائنس)

(روزنامہ "اوصاف" اسلام آباد۔ ۲۹ر جنوری ۱۹۹۹ء)

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

اس نے ایمان کا مزا چکھ لیا جو اللہ پر بطور رب راضی ہوا اور اسلام پر بطور دین کے اور محمدؐ پر بطور نبی کے۔ حضور ایدہ اللہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ پر بطور رب راضی ہونے کا مطلب ہے کہ اس کے سوا کسی اور کو رب نہ بنانا۔ ربوبیت کا ایک معنٰی مادی ربوبیت سے بھی متعلق ہے۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ اگر کامل ربوبیت خدا کی طرف منسوب کرتے ہو تو پھر اس پر قائم رہنا اور غیر اللہ کو اپنا کفیل نہ بنانا۔ اس کا دوسرا پہلو دینی ہے یعنی جب خدا نے ایسی ربوبیت کی ہے کہ کبھی کسی اور مذہب کو یہ توفیق نہیں ملی کہ وہ تمام دینی ضرورتوں کو اس طرح پورا کرنے والا ہو تو پھر اسی پر راضی رہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات اور ارشادات بھی اس سلسلہ میں پیش فرمائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ وہی زمانہ ہے جو "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" کی شان کو بلند کرنے والا اور تکمیل اشاعت ہدایت کی صورت میں دوبارہ اتمام نعمت کا زمانہ ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ۱۴۰۰ سال پہلے جو نعمت تمام ہوئی تھی اور جو دین کامل ہوا تھا اب اس دین کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا بہت بڑا کام ہے۔ اس راہ میں بڑی مشکلات ہیں مگر خدا کا دامن پکڑنے والے ہرگز محتاج نہیں ہوتے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ خدا ہی کا سلسلہ ہے جو دشمنوں کی مخالفت میں پلتا اور بڑھتا ہے۔ جماعت کی صداقت کا ایک بڑا نشان یہ ہے کہ یہ مخالفت کے باوجود بڑھتی ہے۔ انسانی منصوبوں کے سامنے اس کا بڑھنا اور ترقی کرنا ہی اس کے خدا کی طرف سے ہونے کا ثبوت ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی جماعت کو بعض نصائح بھی پڑھ کر سنائیں اور ان پر عمل کی طرف توجہ دلائی۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔